خطبات ارشدی

Part - 10

فضیلۃ الشیخ دکتور ارشد بشیر عمری مدنی سلمہ اللہ

Shaikh Dr. Arshad Basheer Umari Madani

Hafiz, Aalim, Faazil (Madina University, KSA),
MBA, PhD from Switzerland.
Founder & Director of AskIslamPedia.com
Chairman: Ocean The ABM School, Hyd.
www.askislampedia.com | www.abmqurannotes.com | www.askmadani.com
+91 92906 21633 (WhatsApp only)

فہرست

اتباع ہی عظمت رسول ﷺ ہے 2

سیرت رسول ﷺ پہلی قسط..27

محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ (حصہ دوم) 64

سیرت النبی ﷺ (حصہ سوم)..95

اتباع ہی عظمت رسول ﷺ ہے

تمہید

آپ ﷺ کی دو حیثیتیں

کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ کی ذات کو ماننا

ابلیس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کو ماننا

آیت سے ماخوذ ایک اہم مسئلہ: اللہ تعالی سے بغیر وسیلے کے مانگنا چاہیے

ابلیس کا اللہ تعالیٰ کی بات کو نہ ماننا

پچھلی قوموں کی ہلاکت کا سبب انبیاء کی بات نہ ماننا

فرعون اور اس کی قوم ہلاکت

قومِ نوح کی ہلاکت

قارون کی ہلاکت

منکرین حدیث

قرآن اور حدیث دونوں کو ماننا ضروری ہے

حدیث قرآن کی تفسیر

اتباعِ رسول ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا اتباع رسول ﷺ کا جذبہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ

تدفینِ رسول ﷺ کا واقعہ

خلافت کا واقعہ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا سالارِ لشکر بنانا

قرآن کا ایک مصحف میں جمع کرنا

اتباعِ رسول ﷺ کے فوائد

علامہ البانی رحمہ اللہ کا کارنامہ

اتباع کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں

غیر مسلموں کا نبی کریم ﷺ کی ذات کو ماننا

آپ ﷺ کی گستاخی کرنے کے اعتبار سے غیر مسلموں کی تین قسمیں

اتباع ہی عظمت رسول ﷺ ہے

تمہید

اتباع کا مطلب زندگی کے ہر معاملے میں آپ ﷺ کی مکمل پیروی کرنا ہے۔ اگر ہم اللہ کی خوشنودی اور جنت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی اتباع کرنی ہو گی۔

، دنیا وآخرت کی کامیابی آپ ﷺ کے اتباع میں ہے اور ابتداع میں نقصان وخسارہ ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک آپ ﷺ کا نہایت بلند مقام و مرتبہ ہے ہمیں آپ کی شان میں گستاخی کبھی پسند نہیں ہے۔ مسلمان آپ ﷺ کو اپنی جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔ لیکن صرف آپ ﷺ کے نام کی رٹ لگانے اور محبت کے دعوے کرنے سے آپ ﷺ کی عزت اور عظمت کا حق ادا نہیں ہو گا بلکہ آپ ﷺ کا اتباع کرنے سے حقیقی حق ادا ہو گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ "**قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (31 قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ(32)** "

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے [31] کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منھ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا[3]۔ (سورۃ آل عمران:32-31)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت دخول جنت کا سبب اور اس سے روگردانی اور نافرمانی دخول جہنم کی وجہ ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يَأْبَى ؟، قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى.

ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا

الراوي: أبو هريرة | المحدث : أحمد شاكر | المصدر : تخريج المسند لشاكر | الصفحة أو الرقم : 16/297|خلاصة حكم المحدث: إسناده صحيح|التخريج: أخرجه البخاري(7280) باختلاف يسير

اگر ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں محمد ﷺ کی اتباع کرنا پڑے گا . آج ہمارے اکثر مسلمان بھائی عشق نبی ﷺ اور محبت نبی ﷺ کا دعوی کرتے ہیں اور صبح کی نماز چھوڑ کر سو جاتے ہیں۔ امام شافعی نے کیا خوب کہا ہے (تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ)

تعصی الرسول وانت تظهر حبه　　　هذا محال فی القياس بديع

لوكان حبک صادقا لاطعته　　　ان المحب لمن يحب مطيع

اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب بننا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے عقیدے کی اصلاح کرنی پڑے گی اپنی زندگیوں سے شرک اور بدعات وخرافات کی گندگیوں کو کھرچ کر صاف کرنا ہو گا نماز اور دیگر عبادت کا اہتمام کرنا ہو گا شادی بیاہ کے موقع پر فضول خرچی اور بے جا رسم ورواج سے بچنا ہو گا، اپنے آپ کو اچھے اخلاق کے ذریعہ مزین کرنا ہو گا اور بد اخلاقی سے دور رکھنا ہو گا، اپنی خواہشات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کی خواہشات پر قربان کرنا پڑے گا تبھی ہم محمد ﷺ کے حقیقی محبت کرنے والے بنیں گے۔

آپ ﷺ کی دو حیثیتیں

آپ ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں

۱۔ ایک آپ ﷺ کی ذات اور

۲۔ دوسری آپ ﷺ کی بات۔

ایک مسلمان کے لئے آپ ﷺ کی ذات پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی بات کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ کی ذات کو ماننا

کفارِ قریش نبی اکرم ﷺ کی ذات کو مانتے تھے لیکن بات کو نہیں مانتے تھے، آپ ﷺ کی ذات کا بڑا احترام کرتے تھے، آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ آپ کے پیارے اور سگے چچا ابو طالب جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی ہر طرح سے مدد کی اور آپ کو نبی کریم ﷺ سے انتہائی درجہ کی محبت تھی، لیکن آپ کو کلمہ نصیب نہیں ہوا۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے بڑے ہی خوبصورت شعر کہا

" وأبـيض يستسقى الغمام بوجهه "
"ثمال ما اليتامى عصمة للأرامــل"

"کہ یہ اتنا خوبصورت بچہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم بارش کو طلب کرتے ہیں یہ یتیموں اور بیواوں کا ماوی و ملجا ہے"

کفار قریش نبی اکرم ﷺ کی ذات کو مانتے اور چاہتے تھے۔ لیکن کیا انہیں آپ ﷺ کی ذات کو ماننے اور تعریف کرنے سے وہ جنت کے حقدار ہو سکے؟ نہیں، کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کی بات کو نہیں مانا اور آپ کی پیروی نہیں کی۔

یہی حال عصر حاضر کے مسلمانوں کا ہے وہ آپ کے ظاہری و باطنی اوصاف و کمالات کی تعریف کرتے ہیں،، جلوس نکالتے ہیں۔ آپ ﷺ کی تعریف میں قصیدے پڑھتے ہیں۔ لیکن زبانِ حال سے آپ ﷺ کی بات کو ماننے کے انکاری ہیں۔ اگر صرف آپ ﷺ کی تعریف کرنے سے جنت نصیب ہوتی تو پھر کفار مکہ سب کے سب جنتی ہوتے۔

ابلیس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کو ماننا

ابلیس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کو مانتا تھا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بات کو نہیں مانتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝

کہنے لگا کہ اے میرے رب! مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کیے جائیں [36] فرمایا کہ اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی ہے [37] روز مقرر کے وقت تک کی (سورۃ الحجر:15/ 36-37)

مذکورہ آیت میں شیطان نے کہا"ربی"یعنی کہ اے میرے رب اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنا رب مانتا تھا۔

آیت سے ماخوذ ایک اہم مسئلہ:اللہ تعالیٰ کو بغیر وسیلے کے مانگنا چاہیے

مذکورہ آیت میں شیطان اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے براہِ راست مانگ رہا ہے، اس نے کسی کا وسیلہ نہیں لیا۔جب بعض لوگوں کو یہ کہا جائے کہ تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈائرکٹ کیوں نہیں مانگتے ؟تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ میں بہت گناہ گار ہوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈاررکٹ نہیں مانگ سکتا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا یہ ابلیس سے بھی بڑے گناہ گار ہیں ؟ ابلیس نے پورے یقین کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈاائرکٹ دعا مانگی تو اللہ نے اس کی دعا سنی اور قبول بھی کرلی۔ ابلیس آج بھی اپنی دعا کے سبب زندہ ہے اور تا قیامت زندہ رہے گا۔

ابلیس کا اللہ تعالیٰ کی بات کو نہ ماننا

اللہ تعالیٰ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ابلیس کو انہیں سجدہ کرنے حکم دیا تو ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کیوں کہ وہ اپنے آپ کو انسان سے بہتر سمجھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے:"قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ (12) "

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے، جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا، کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے (سورۃ الاعراف:7/12)

مذکورہ آیت میں ابلیس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بات کا احترام نہیں کیا اور اپنی عقل کا حد سے زیادہ استعمال کیا جس کی وجہ سے گمراہ ہو گیا۔یہی حال 72 فرقوں م کا ہے انہوں قرآن وحدیث کو چھوڑ کر بے جا تاویل کی جس کی وجہ سے وہ گمراہ ہو گئے۔

پچھلی قوموں کی ہلاکت کا سبب انبیاء کی بات نہ ماننا

فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے محل میں پرورش پائی جب بڑے ہوئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں نبوت سے نوازا اور جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو حق کی دعوت دی تو اس نے آپ کی بات اور پیغام کا انکار کر دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:**وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (91) فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ**

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے چلا یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ جس

پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں)[90] جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا [91] سو آج ہم صرف تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لیے نشان عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے غافل ہیں (سورۃ یونس:10/92-90)

قومِ نوح کی ہلاکت

نوحؑ علیہ السلام کی ساڑھے نو سو سال کی شب و روز کی مسلسل محنت کے باوجود گنتی کے چند لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے نوحؑ کی بات نہیں مانی اللہ تعالیٰ انہیں طوفان کے ذریعہ پانی میں غرق کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

فرما دیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر تھم جا، اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی نامی پہاڑ پر جا لگی اور فرما دیا گیا کہ ظالم لوگوں پر لعنت نازل ہو (سورۃ ھود:11/44)

قارون کی ہلاکت

قارون نے جب موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی تو اللہ تعالیٰ اس کے مال سمیت اسے زمین میں دھنسا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ

آخر کار ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لیے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا

(سورۃالقصص:81/28)

پچھلی اقوام کا انبیاء کی بات نہ ماننے کا ایک اہم سبب تکبر ہے، تکبر کا مطلب ہے" **الْكِبْرَ مَنْ بَطِرَ الْحَقَّ، وَغَمَطَ النَّاسَ** "حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

(الراوی:ابو ھریرۃ المحدث:ابو داؤد المصدر:سنن ابی داؤد رقم الحدیث:4092
خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

ان تمام مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نبیوں کی ذات سے محبت کرنا ہی کافی نہیں بلکہ ان کی ذات کا احترام کرتے ہوئے ان کی بات کو بھی تسلیم کرنا ضروری ہے اور اسی میں ہماری کامیابی اور نجات ہے۔

منکرین حدیث

نبی کریم ﷺ کی بات نہ ماننے والوں میں منکرین حدیث بھی ہیں یہ لوگ اپنے لئے صرف قرآن کو کافی سمجھتے ہیں اور صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ عقل کو نقل پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ لوگ شریعت کی ہر بات قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنے کے بجائے اپنی عقل سے سمجھنے کی بے جا کوشش کے نتیجے میں گمراہ ہوگئے۔ ان کا علم اور انکی روشن خیالی نے انہیں لے ڈوبی۔وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیاہے(سورۃالجاثیۃ:45/23)

قرآن اور حدیث دونوں کو ماننا ضروری ہے

قرآن اور صحیح احادیث دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں قرآن وحی متلو ہے اور صحیح احادیث وحی غیر متلو ہیں اور ایک مسلمان کے لئے دونوں کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے

۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے" **وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا(113)**"

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب وحکمت اتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے (سورۃ النساء:4/113)

حدیث قرآن کی تفسیر

حدیث قرآن مجید کی تفسیر وتشریح ہے اس میں جو مجمل احکام بیان کئے گئے ہیں ان کی وضاحت صحیح احادیث میں موجود ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (16) إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (17) فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (18) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ(19) " (اے نبی) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں [16] اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں [18] پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے [19] (سورۃ القیامۃ:75/16-19)

اسی طرح سورۃ النحل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرمایا" **وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (44)**"یہ ذکر(کتاب)ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں (سورۃ النحل:16/44)

مثال کے طور پر قرآن مجید میں کہا گیا" اقیموا الصلوۃ" نماز قائم کرو۔ لیکن ہمیں نماز کی تفصیلات قرآن میں نہیں احادیث میں ملتی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي** نماز ایسی پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو

(الراوی:مالک بن الحویرث المحدث:البخاری المصدر: صحیح البخاری رقم الحدیث :6008 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

اتباع رسول ﷺ

ہمیں دین کا ہر کام اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرنا ہے چاہئے خواہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مدد مانگنا ہو یا نماز پڑھنا ہو۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہے جس میں آپ ﷺ کی اتباع کی جائے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:**«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ، فَهُوَ رَدٌّ»** جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے(الراوی:ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنھا المحدث:البخاری المصدر : صحیح البخاری رقم الحدیث:2697 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

مثال کے طور پر کھانے سے پہلے آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے اگر کوئی مکمل سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے تو یہ عند اللہ مردود عمل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتباع رسول ﷺ کا جذبہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کچھ لوگ مسجد میں مجلس بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور کنکریاں پھینک کر بآوازِ بلند اجتماعی طور پر سبحان اللہ الحمد للہ وغیرہ پڑھ رہے تھے حضرت عبد اللہ بن مسعود نے جب یہ دیکھا تو فوراً کہا "وَهَذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ، وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّكُمْ لَعَلَى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدَى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُفْتَتِحُو بَابِ ضَلَالَةٍ"، قَالُوا: وَاللَّهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ. قَالَ: "وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، وَايْمُ اللَّهِ مَا أَدْرِي لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ

"کہ محمد ﷺ کے ابھی برتن ٹوٹے ہیں اور نہ محمد ﷺ کے کپڑے پرانے ہوئے ہیں (یعنی محمد ﷺ کے گذرے ابھی زیادہ زمانہ بھی نہیں ہوا) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کیا تمہارا طریقہ اللہ کے رسول ﷺ کے طریقہ سے زیاد صحیح ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو؟ انہوں نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی کا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: کتنے ہی بھلائی کے خواہاں بھلائی کو نہ پا سکے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک قوم کا ذکر فرمایا جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے گا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ ان میں کی اکثریت شاید تمہی لوگوں کو ہی کو

(الراوی: عبد اللہ بن مسعود المحدث: الالبانی المصدر: السلسۃ الصحیحۃ رقم الحدیث 11/5: خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

تدفینِ رسول ﷺ کا واقعہ

صحابہ کرام اتباع کے مسئلے میں بہت مضبوط اور پختہ تھے وہ ہر چیز میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ کو دفنانے کا مسئلہ درپیش ہوا مکے والوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو مکہ میں دفنایا جائے، مدینہ والوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو مدینہ میں دفنایا جائے، کچھ اور لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو بیت المقدس میں دفنایا جائے کیونکہ وہاں پر اور بھی انبیاء مدفون ہیں تو اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ ایک حدیث سنی: **«مَا قَبَضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي المَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ» ، ادْفِنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ** کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی روحوں کو وہیں قبض کرتا جہاں وہ دفن کیا جانا پسند کرتے تھے لہذا تم آپ ﷺ کو ان کے بستر پر ہی دفناؤ

(الراوی:ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا المحدث:الترمذی المصدر:سنن الترمذی رقم الحدیث:1018 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

صحابہ کرام نے جیسے ہی حدیث رسول ﷺ سنی تو سارے اختلاف ختم کر کے حدیث پر عمل کیا گویا انہوں نے حدیثِ رسول کے سامنے اپنی آہنی آراء وافکار کے گھٹنے ٹیک دیئے۔

خلافت کا واقعہ

تدفین رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں خلافت کے تعلق سے اختلاف پیدا ہوا کچھ لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہوئے تا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے اور انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تا کہ وہ خلیفہ کے لئے انہی میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں کچھ لوگ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ ہر ایک نے اپنی فضیلت بیان کی۔ آخر کار ایک صحابی نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:الائِمَةُ مِنْ قُرَيْشٍ کہ امام قریش سے ہو گا

(الراوی:انس بن مالک المحدث:الامام احمد بن حنبل المصدر:مسند احمد رقم الحدیث :12329 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

صحابہ کرام نے حدیث رسول ﷺ آتے ہی سارے اختلافات کو ترک کر کے بالاتفاق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بنالیا۔ کیا صحابہ سے بڑھ کر کوئی امام یا ولی ہو سکتا ہے۔ آج ہم حدیث رسول ﷺ سن کر اس پر عمل کرنے کے بجائے اپنے امام کی بات پر اڑے رہتے ہیں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا سالارِ لشکر بنایا جانا

اللہ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے بعد ۱۱ ربیع الاول کو اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر فلسطین کی طرف روانہ کیا یہ لشکر ابھی مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا کہ اس کو نبی کریم ﷺ کی شدت مرض کی خبر ملی جس کے سبب لشکر وہیں رک گیا آخر کار اللہ کے رسول ﷺ اللہ کو پیارے ہوئے۔ جب حضرت ابو بکر خلیفہ بنے تو کچھ لوگوں نے کہا اس لشکر کو کچھ دنوں کے لئے مدینہ میں ہی روکا جائے اور اس کا امیر حضرت اسامہ کے بجائے کسی اور کو بنایا جائے تو بہتر ہو گا۔

اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو کہا وہ سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہے "ابو قحافہ (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے لئے یہ جائز ہی نہیں ہے کہ جس قافلے کو محمد ﷺ نے کو تیار کیا ہو اس کو روکے اور ابو بکر کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ جس نوجوان کو نبی اکرم ﷺ نے خود سپہ سالار بنایا ہو اس کو اس کے مقام سے ہٹادے۔ میں محمد ﷺ کے فیصلے پر میں راضی ہوں۔ بلکہ بعض روایات میں یہاں تک آیا کہ حضرت ابو بکر نے کہا کہ تم پورے کے پورے چلے جاؤ اور میں یہاں مدینہ میں اکیلا رہوں گا اگر دشمن مدینہ میں آکر حملہ کرے اور میں مر بھی جاؤں اور پرندے میرے گوشت کو نوچ کر کھائیں تو تب بھی میں اس قافلے کو نہیں روکوں گا" یہ سن کر سب لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے۔

قرآن کا ایک مصحف میں جمع کرنا: اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ حفاظ کو ٹارگٹ بنا کر قتل کیا جا رہا ہے اور قرآن مجید کہیں چمڑوں کہیں ہڈیوں کہیں پتھروں پر لکھا ہوا ہے ایسا کریں کہ تمام کو جمع کر کے اسے ایک مکمل مصحف کی شکل دے دی جائے تو بہتر ہو گا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں وہ کام کیوں کروں جو نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں ہوا، بعد ازاں عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بہت سمجھایا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مصلحت سمجھ میں آگئی اور اس پر عمل کیا۔

اتباعِ رسول ﷺ کے فوائد:

۱۔ مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں تو اس سے رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ "(اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)

(سورۃ آل عمران:3/132)

۲۔ اللہ کی اطاعت اور نبی ﷺ کی اطاعت سے ہمارے کئی مسائل حل ہوتے ہیں. اس کے ذریعہ ہمیں دنیاوآخرت میں کامیابی حاصل ہوگی جیسا کہ متبعین سنت کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (157)"

جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں (سورۃ الاعراف:7/157)

۳۔ جو نبي اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ اپنے محبوب بندے کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ، وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ.

ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کرکے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔(الراوی: ابوھریرہ المحدث :البخاری
المصدر: صحیح البخاری خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

۴۔ اتباعِ سنت سے فرائض اور واجبات میں ہونے والے نقص اور کمی کی بھرپائی ہوتی ہے۔

عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قَبِيصَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا، قَالَ: فَجَلَسْتُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يَرْزُقَنِي جَلِيسًا صَالِحًا فَحَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ

حریث بن قبیصہ کہتے ہیں کہ میں مدینے آیا: میں نے کہا: اے اللہ مجھے نیک اور صالح ساتھی نصیب فرما، چناچہ ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھنا میسر ہو گیا، میں نے ان سے کہا: میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ مجھے نیک ساتھی عطا فرما، تو آپ مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے، جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، شاید اللہ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کا محاسبہ ہو گا، اگر وہ ٹھیک رہی تو کامیاب ہو گیا، اور اگر وہ خراب نکلی تو وہ ناکام اور نامراد رہا، اور اگر اس کی فرض نمازوں میں کوئی کمی ہو گی تو رب تعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائے گا: دیکھو، میرے اس بندے کے پاس کوئی نفل نماز ہے؟ چناچہ فرض نماز کی کمی کی تلافی اس نفل سے کر دی جائے گی، پھر اسی انداز سے سارے اعمال کا محاسبہ ہو گا۔

الراوي: أبو هريرة | المحدث: شعيب الأرناؤوط | المصدر: تخريج سنن أبي داود | الصفحة أو الرقم: 865 | خلاصة حكم المحدث: صحيح

صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت

صحابہ کا جذبہ اتباع کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے

حَدَّثَ عَنْبَسَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِحَدِيثٍ يَتَسَارُّ إِلَيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَنْبَسَةُ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ أُمِّ حَبِيبَةَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَنْبَسَةَ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ

حضرت عنبسہ بن ابی سفیانؓ نے اپنی اس بیماری میں کہ جس میں ان کی وفات ہوگئی مجھ سے ایک ایسی حدیث بیان کی کہ جس سے خوشی ہوتی ہے، فرمایا کہ میں نے حضرت ام حبیبہؓ سے سنا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے دن اور رات میں بارہ رکعتیں پڑھیں تو اس کے لئے اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ جنت میں مکان بنائیں گے، حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جس وقت سے ان کو رسول اللہ ﷺ سے سنا میں نے ان کو نہیں چھوڑا، عنبسہؓ کہتی ہیں کہ جب سے میں ان کو حضرت ام حبیبہؓ سے سنا ان کو نہیں چھوڑا اور نعمان بن سالم فرماتے ہیں کہ میں نے جس وقت سے حضرت عمرو بن اوسؓ سے سنا ان رکعتوں کو نہیں چھوڑا۔

الراوي: أم حبيبة أم المؤمنين | المحدث: مسلم | المصدر: صحيح مسلم

الصفحة أو الرقم: 728 | خلاصة حكم المحدث: [صحيح]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع دیکھئے

عن ابن عمر رضي الله عنه، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَى رُؤْيَا فَأَقُصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ، وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ، فَقَالَ لِي: لَمْ تُرَعْ.

و في رواية

فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: نِعْمَ، الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا.

عبداللہ بن عمرؓ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جب کوئی خواب دیکھتا تو آپ ﷺ سے بیان کرتا (آپ ﷺ تعبیر بیان فرماتے) میرے بھی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا اور آپ ﷺ سے بیان کرتا، میں ابھی نوجوان تھا اور آپ ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں سوتا تھا۔ چناچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ دوزخ پر کنویں کی طرح بندش ہے (یعنی اس پر کنویں کی سی منڈیر بنی ہوئی ہے) اس کے دو جانب تھے۔ دوزخ میں بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں میں پہچانتا تھا۔ میں کہنے لگا دوزخ سے اللہ کی پناہ! انہوں نے بیان کیا کہ پھر ہم کو ایک فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا ڈرو نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ

یہ خواب میں نے (اپنی بہن) حفصہؓ کو سنایا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو۔ تعبیر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بہت خوب لڑکا ہے۔ کاش رات میں نماز پڑھا کرتا۔ (راوی نے کہا کہ آپ کے اس فرمان کے بعد) عبداللہ بن عمرؓ رات میں بہت کم سوتے تھے (زیادہ عبادت ہی کرتے رہتے)

الراوي: عبد الله بن عمر | المحدث: البخاري | المصدر: صحيح البخاري | الصفحة أو الرقم: 1121 | خلاصة حكم المحدث: [صحيح] | التخريج: أخرجه مسلم (2479) باختلاف يسير

علامہ البانی رحمہ اللہ کا کارنامہ

علامہ البانی رحمہ اللہ بڑے متبعِ سنت تھے وہ لوگوں کو بدعات وخرافات سے بچانے کے لئے بہت محنت کئے انھوں نے الجنائز پر ایک کتاب لکھی جس میں جنازے کے سارے مسائل بتائے اور اس میں معاشرے میں پھیلی 200 سے زائد بدعتوں کا ذکر کیا اسی طرح نماز کے موضوع پر ایک کتاب لکھی اس میں 100 سے زائد بدعتوں کا ذکر کیا اور رد کیا۔ اسی طرح حج کے موضوع پر ایک کتاب لکھی اس میں 100 سے زائد بدعتوں کا ذکر کیا اور رد کیا جن پر لوگ سنت سمجھ کر یا ثواب سمجھ کر عمل کیا کرتے تھے۔

اتباع میں غفلت کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں

۱۔ اس دنیا میں بعض لوگ ایسے ہیں جو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات کو مانتے ہیں لیکن بات کو نہیں تسلیم کرتے ہیں، یہ لوگ غلط ہیں۔

۲۔ بعض ایسے ہیں جو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات اور بات دونوں مانتے ہیں لیکن اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرتے ہیں یہ لوگ بھی غلط ہیں۔

۳۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات اور بات کو مانتے ہیں لیکن جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بات آجائے تو دوسروں کی بات کو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بات پر مقدم رکھتے ہیں یہ لوگ بھی غلط ہیں۔

غیر مسلموں کا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات کو ماننا: تاریخ کے ہر دور میں انصاف پسند غیر مسلم حضرات نے نبی کریم کی ذات کو تسلیم کیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعریف بھی کی مثلا جارج برناڈ شاہ ، اور The Hundred لکھنے والے مائکل ہیچ آرٹ وغیرہ اسی طرح آج ہم ہمارے بعض دعاۃ سے اس تعلق سے بہت کچھ سنتے ہیں۔ ہم بڑے درد کے ساتھ اپنے غیر مسلم بھائیوں سے کہتے ہیں کہ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

کی تعریف کر لینے سے آپ ﷺ کا حق ادا نہیں ہوتا، بلکہ آپ کی بات کو اور آپ کی تعلیمات کو فالو کرنا پڑے گا تب جا کر ہمیں اللہ کی خوشنودی اور کامیابی ملے گی جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

""قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (31 قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ(32) "

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے [31] کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منھ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا [3]۔

(سورۃ آل عمران:32-31)

آپ ﷺ کی گستاخی کرنے کے اعتبار سے غیر مسلموں کی تین قسمیں

بعض غیر مسلمین ایسے ہیں جو آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور یہ تین طرح کے لوگ ہیں۔

1) بعض لوگ وہ ہیں جو حسد کی بنا پر آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اس طرح کرنے والے یہود و نصاری ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کئی جگہوں پر اس بات کو واضح کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا (54)" یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے، پس ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت بھی دی ہے اور بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی ہے (سورۃ النساء:4/54)

اور ایک جگہ پر کہا گیا کہ " وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (109) "ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں، تم بھی معاف کرو اور چھوڑو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔ یقیناً اللہ تعالے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (سورۃ البقرۃ:2/109)

ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ حسد کی بنیاد پر انھوں نے حق کو جھٹلا دیا اور محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائے . حالانکہ تورات وانجیل میں آپ ﷺ کا ذکر موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (157) "جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں (سورۃ الاعراف 7/157)

اور اہل کتاب آپ ﷺ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ

الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو اسے ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے، ان کی ایک جماعت حق کو پہچان کر پھر چھپاتی ہے [146](سورۃ البقرۃ:2/146)

2) بعض لوگ وہ ہیں جو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ انہیں آپ ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کا علم نہیں ہوتا ہے۔

3۔ بعض لوگ وہ ہیں جو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں اپنی عادت وجہ سے کرتے ہیں یہ انہیں اپنے آباء واجداد سے وراثت میں ملی ہوتی ہے جیسا کہ بائبل کے اندر لکھا ہوا کہ انبیاء کا مذاق اڑانا اور ان کی عزت اچھالنا ان کی عادت رہی ہے۔ اسی لیے آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ وقتاً فوقتاً کبھی محمد ﷺ کے کارٹون بناتے ہیں اور کبھی محمد ﷺ کے خلاف مووی نکالتے ہیں اور کبھی محمد ﷺ کے خلاف ہنگامہ برپا کرتے ہیں اور ان سب کے ذریعے مسلمانوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ کی زندگی ایک صاف اور شفاف آئینہ کے مانند ہے۔ایک مرتبہ ایک عورت نے مجھے فون پر اپنے شوہر کی شکایت کی کہ میرے شوہر کو پینے کی عادت پڑ گئی ہے تو آپ ان کے لئے ایک نسخہ بتایئے تو میں نے کہا دعا کیجئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ڈر دلایئے۔ اس عورت نے کہا کہ وہ تو میں کر رہی ہوں لیکن کوئی نسخہ بتادیجئے۔ میں نے کہا کہ وہ جب بھی شراب پینے لگے تو ان کو تھوڑی خشخش دیجئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس عورت نے پھر فون کیا کہ مولانا اب میرے شوہر کی شراب کی عادت چھوٹ گئی ہے لیکن ایک مسئلہ اور ہے؟ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ شراب کی عادت تو چھوٹ گئی ہے لیکن خشخاش کی عادت لگ گئی ہے۔ اس معلوم ہوا کہ اگر کسی کو کسی چیز کی عادت پڑھ جاتی ہے تو وہ آسانی سے نہیں چھوٹتی ہے

اسی طرح آج کے زمانے میں کئی عیسائی یا ملحدین ایسے ہیں جو کبھی میڈیا کے ذریعہ یا کبھی سیاست کے ذریعہ آپ ﷺ اور مسلمانوں کی گستاخیاں کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں شروع سے ہی اپنے

اکابریں کی عزت گرانے کی عادت پڑی ہوئی ہے ۔قریب میں ایک فلم Innocence of Muslim نکلی۔ یہ فلم 17 منٹ کی ہے اس فلم میں یہ بتا گیا کہ ایک خون خوار شخص تھا جو بہت سارے انسانوں کو مارا جس کی وجہ سے اس کے جسم پر خون ہی خون ہے اور آخر میں کہا گیا کہ یہ محمد ﷺ ہیں۔ نعوذ باللہ۔

اس فلم میں کام کرنے والے 65 لوگ تھے۔ ان کے بارے میں ساری دنیا میں ہنگامہ برپا ہو گیا ،۔ مسلمان نے گھروں سے باہر نکل کر بہت زیادہ احتجاج کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کا جذبہ قبول فرمائے ۔اس احتجاج کا نتیجہ یہ نکلا کہ اور 26 مسلمان مارے گئے۔ لیکن ان 65 لوگوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں مرا جنہوں نے محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے فلم بنائی تھی۔ صرف محمد ﷺ کی بات آتے ہی بھڑک جانا کافی نہیں، بلکہ ہمیں اپنی ساری زندگی ٹٹولنا چاہئے کہ کیا ہماری زندگی دین کے مطابق گزر رہی ہے ؟ کیا ہم اپنی زندگی میں محمد ﷺ کو فالو کر رہے ہیں ؟ چونکہ ہم نبی کریم ﷺ کو فالو نہیں کر رہے ہیں ہم آپس میں ایک دوسرے سے بر سرِ پیکار ہیں جس کی وجہ سے ہم ذلت وخوار کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ " وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (46)" اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہارا رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے[46] ۔ (سورۃ الانفال:8/46)

کسی شاعر نے کہا: وہ تین سو تیرہ تھے تو لرزتا تھا زمانہ آج ہم کروڑں ہیں غلامی کے حوالے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر ہمیں اللہ کی خوشنودی اور دنیاوآخرت کی کامیابی چاہئے تو ہمیں آپ ﷺ کی ذات اور بات دونوں کو ماننا ضروری ہے۔ہم آپ کی باتوں پر ایسے عمل پیرا ہوں جیسے صحابہ کرام عمل پیرا ہوئے تھے۔دنیاوآخرت کی کامیابی ہمارے مقدر ہو گی۔ان شاء اللہ۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اورآپ سب کو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کے طریقے پر چلنے والا بنائے۔آمین

سیرت رسول ﷺ پہلی قسط

نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات اور آپ کی زندگی کے سنہرے واقعات

عناصرِ خطبہ

تمہید

پہلا پہلو: آپ ﷺ کی خصوصیات

پہلی خصوصیت: آپ ﷺ کا ذکر سابقہ آسمانی کتابوں میں

دوسری خصوصیت: آپ ﷺ سارے جہاں والوں کے رسول ہیں

تیسری خصوصیت: آپ ﷺ کی شریعت آخری شریعت ہے

چوتھی خصوصیت: قیامت کے دن امتِ محمدیہ کی کثرت ہوگی

پانچویں خصوصیت: آپ ﷺ خاتم النبین ہیں

چھٹی خصوصیت: آپ ﷺ کی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے لے رکھی ہے

ساتویں خصوصیت: آپ ﷺ کی دعا کی بدولت امتِ مسلمہ آسمانی عذابوں سے محفوظ ہے

آٹھویں خصوصیت: اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے

نویں خصوصیت: قبر میں آپ ﷺ کے بارے میں سوال کیا جائے گا

دسویں خصوصیت: اللہ تعالی نے خود آپ ﷺ کو رسول کے لفظ سے خطاب کیا

گیارہویں خصوصیت: آپ ﷺ کا دفاع اللہ تعالی نے کیا ہے

بارہویں خصوصیت: اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے سینہ کو پاک کیا

تیرہویں خصوصیت: آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سارے خطا معاف کر دیئے گئے ہیں

چودہویں خصوصیت: آپ ﷺ کو بعض ایسی سورتیں اور آیتیں دی گئیں جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں

پندرہویں خصوصیت: آپ ﷺ سارے انبیاء سے افضل ہیں

سولہویں خصوصیت: آپ ﷺ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنے کے برابر ہے

سترہویں خصوصیت: آپ ﷺ کو اسراء و معراج نصیب کی گئی

اٹھارہویں خصوصیت: آپ ﷺ کو وسیلہ، فضیلہ، مقام محمود اور شفاعتِ عظمی جیسی چیزیں عطا کی گئیں

انیسویں خصوصیت: سب پہلے آپ ﷺ جنت میں داخل ہوں گے

بیسویں خصوصیت: قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ﷺ اور آپ کے امتی پل صراط پر سے گزریں گے

اکیسویں خصوصیت: قیامت کے دن آپ ﷺ کی دعا قبول کی جائے گی

بائیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کی امت خیرِ امت ہے

تئیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کا تھوک، خون، پسینہ اور بال وغیرہ باعثِ برکت ہے

چوبیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کو جمعہ کا دن عطا کیا گیا

پچیسویں خصوصیت: قیامت کے دن آپ ﷺ کے امتیوں کے اعضاء وضوء کرنے کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے

چھبیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کی امت امتِ وسط ہے

ستائیسویں خصوصیت: جنت میں آپ ﷺ کی امتیوں کی تعداد زیادہ ہو گی

اٹھائیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کے جسم کو مٹی نہیں کھا سکتی

انتیسویں خصوصیت: شیطان آپ ﷺ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا

تیسویں خصوصیت: اللہ تعالی اور فرشتوں نے آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجا

اکتیسویں خصوصیت: جہاں پر آپ ﷺ وفات پائے وہیں آپ ﷺ کو دفنایا گیا

دوسرا پہلو: آپ ﷺ کی بعثت کے وقت کے حالات

تیسرا پہلو: پیدائش سے لے کر نبوت تک کے حالات

پہلا پوئنٹ: آپ ﷺ کی ولادت

دوسرا پوئنٹ: آپ ﷺ کی رضاعت

تیسرا پوئنٹ: آپ کا نام

چوتھا پوئنٹ: شقِ صدر

پانچواں پوئنٹ: دادا کی کفالت اور ان کی چاہت

چھٹا پوئنٹ: چچا کی کفالت اور ان کی محبت

ساتواں پوئنٹ: آپ ﷺ کا کام میں مصروف رہنا

آٹھواں پوئنٹ: آپ ﷺ کا قومی اور سماجی مسائل میں شریک ہونا

نواں پوئنٹ: آپ ﷺ امانتدار تاجر تھے

دسواں پوئنٹ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا سے آپ ﷺ کی شادی

گیارہواں پوئنٹ: حجرِ اسود کا فیصلہ

بارہواں پوئنٹ: جنات کے ذریعہ آپ ﷺ کی نبوت کی پیشن گوئی

تیرہواں پوئنٹ: آپ ﷺ پر وحی کا آغاز

تمہید

میں سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر بجالاتاہوں۔ بعدہ بے پایاں درود وسلامتی ہو محمد مصطفی ﷺ پر، آپ کے اصحاب پر، آلِ بیت پر اور سارے مومنوں پر۔ آج میں جس عنوان کے تحت آپ کے سامنے گفتگو کرنے جارہاہوں وہ ہے "نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات اور آپ زندگی کے سنہرے واقعات۔" میں نے اس عنوان کو تین حصوں میں تقسیم کیاہے۔پہلے حصے میں آپ ﷺ کی خصوصیات ،دوسرے حصے میں آپ ﷺ کی بعثت کے وقت کے حالات اور تیسرے میں پیدائش سے نبوت تک کی زندگی کے حالات کا تذکرہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالی سے دعاہے کہ اللہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہمارے یہاں جمع ہونے کو قبول فرمائے۔

آپ ﷺ کی زندگی کے تین پہلوہیں:

۱) آپ ﷺ کی خصوصیات۔

۲) بعثت کے وقت کے حالات۔

۳) پیدائش سے لے نبوت تک کے حالات۔

1) پہلا پہلو: آپ ﷺ کی خصوصیات

1) پہلی خصوصیت: آپ ﷺ کا ذکر سابقہ آسمانی کتابوں میں:

نبی کریم ﷺ کے تعلق سے سابقہ تمام انبیاء نے پیشن گوئی کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

"وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ "

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔" (سورۃ آل عمران: 3/81)

ایک اور جگہ فرمایا:

"الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ

عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"

ترجمہ:"جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔"(سورۃ الاعراف:-7/157)

2) دوسری خصوصیت: آپ ﷺ سارے جہاں والوں کے رسول ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی زماں ومکان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ رب العالمین نے آپ ﷺ کو رحمت اللعالمین بنا کر سارے جہاں والوں کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"

ترجمہ:"ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔"(الأنبياء:21/107)

اور ایک جگہ فرمایا:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ"

ترجمہ:"ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔"(سورۃ سبا:34/28)

ایک اور جگہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی زبانی فرمایا:

"قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ"

ترجمہ:" آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ (سورۃ الاعراف:-158/7)

آج کے دور میں عیسائی حضرتِ عیسی علیہ السلام کی شخصیت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں ۔آج کے بھولے بھالے انسان ان کے جھانسے میں پھنس جاتے ہیں۔ اور بہت سارے مسلمانوں کو میں پرسنلی (Personally) ذاتی طور پر جانتا ہوں جو عیسائیت قبول کرچکے ہیں۔ انہوں نے انٹرنیٹ پر پڑھا ہو گا کہ قرآن مجید میں عیسی علیہ السلام کا ذکر ہے آپ ﷺ کو ماننا اور عیسی علیہ السلام کو ماننا دونوں برابر ہے اور آج کے دور میں عیسی علیہ السلام مناسب Suitable ہیں۔ اور اپنے آپ کو دین سے علماء سے اور دینی مجالس اور جمعہ کے خطبوں سے دور رکھا ہو گا نتیجہ میں عیسائیوں کا شکار ہو گئے۔ عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ love of Jesus یعنی عیسیٰؑ کی محبت تمام انسانوں کے لئے ہے، انھوں نے انسانیت کے گناہ بخشوانے کے لئے اپنے آپ کو سولی پر چڑھالیا۔ لیکن ہم یہ بتانے میں ناکام ہو گئے کہ اصل محبت اور رحمت کے پیکر تو ہمارے نبی اکرم ﷺ ہیں جن کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"

ترجمہ:"ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔"(الأنبیاء:107/21)

رحمت یعنی Mercy کا درجہ محبت یعنی love کے درجہ سے بھی بہت اونچا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے درمیان تفریق درست نہیں ہے لیکن اس طرح کی وضاحت سے ہمارا مقصد لوگوں کے ذہنوں سے شبہات اور غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔ اللہ نے جو فضیلت عطا کی وہ بتانا بھی ضروری ہے۔

3) تیسری خصوصیت: آپ ﷺ کی شریعت آخری شریعت ہے:

شریعتِ محمدیہ آخری شریعت ہے آپ ﷺ سے پہلے کی جتنی بھی شریعتیں تھیں وہ منسوخ کردی گئیں۔ اب قیامت تک کوئی نئی شریعت آنے والی نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

"مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَاۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"

ترجمہ: "جس آیت کو ہم منسوخ کردیں، یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔" (سورۃ البقرۃ: 2/ 106)

4) چوتھی خصوصیت: قیامت کے دن امت محمدیہ کی کثرت ہوگی:

قیامت کے دن سب سے زیادہ متبعین (فالوورس) Followers نبی اکرم ﷺ کے ہونگے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا»

ترجمہ: "قیامت کے دن جنت میں سب پہلے میں شفارش کروں گا اور تمام انبیاء میں سب زیادہ تعداد میری امتیوں کی ہوگی۔"

(الراوی: انس بن مالک رضی اللہ عنہ، المصدر: صحیح مسلم، رقم الحدیث: 330)

5) پانچویں خصوصیت: آپ ﷺ خاتم النبین ہیں:

نبی اکرم ﷺ "خاتم النبیین "ہیں۔ آپ ﷺ کی شریعت آخری شریعت ہے، قیامت تک کوئی نبی نہیں آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا"

ترجمہ:"(لوگو) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے۔" (سورۃ الاحزاب:33/40)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ، وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ"

ترجمہ:"میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جہاں کچھ نہ رکھا لوگ اسے چاروں طرف سے دیکھتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ کیا اچھا ہو تا کہ اس اینٹ کی جگہ پُر کر لی جاتی۔ پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبین ہوں۔" (صحیح البخاری:3535)

6) چھٹی خصوصیت: آپ کی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے لے رکھی ہے:

شریعتِ محمدیہ یعنی قرآن مجید اور صحیح احادیث قیامت تک محفوظ و مامون ہیں کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالی نے لے رکھی ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"انَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"

ترجمہ:" ہم ہی نے اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" (سورۃ الحجر:15/9)

حدیث؛ قرآنِ مجید کی تفسیر و تشریح ہے اس میں جو مجمل احکام بیان کئے گئے ہیں ان کی وضاحت صحیح احادیث میں موجود ہے۔اس کی بھی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (16) إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (17) فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (18) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ(19) "

ترجمہ:"(اے نبی) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں [16] اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں [18] پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے[19] (سورۃ القیامۃ :75/16-19)

7)ساتویں خصوصیت: آپ ﷺ کی دعا کی بدولت امت مسلمہ آسمانی عذابوں سے محفوظ:

اللہ تعالیٰ نے اقوامِ سابقہ جیسے قومِ عاد، قومِ ثمود وغیرہ کو ان کے گناہوں کی وجہ سے مختلف عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیا تھا۔ آج امتِ مسلمہ بھی انہیں گناہوں کا شکار ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس طرح کے عذابوں سے محفوظ ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ میری امت کو آسمانی عذاب کے ذریعہ ہلاک نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا ثَلَاثَ خِصَالٍ، فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً، سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُهْلِكَنَا بِمَا أَهْلَكَ بِهِ الْأُمَمَ قَبْلَنَا، فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُظْهِرَ عَلَيْنَا عَدُوًّا مِنْ غَيْرِنَا، فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يَلْبِسَنَا شِيَعًا، فَمَنَعَنِيهَا"

ترجمہ: "میں نے اللہ تعالی سے تین چیزیں مانگیں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا کیں اور ایک سے منع کیا۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ میری امت کو ان چیزوں کے ذریعہ ہلاک نہ کرے جن کے ذریعہ اقوامِ سابقہ کو ہلاک کیا تھا۔ اللہ تعالی نے میری دعا قبول کرلی۔ میں نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ وہ ہم پر دشمنوں کو مسلط نہ کرے اللہ نے میری دعا قبول کرلی۔ میں نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ وہ ہمیں آپسی اختلاف کے ذریعہ ہلاک نہ کرے اللہ نے میری یہ دعا قبول نہیں کیا۔" (سنن النسائی: 1638)

لہذا ہمیں چاہیئے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کا احسان مانتے ہوئے ان پر کثرت سے درود وسلام بھیجیں اور یہ ہماری عبادت کا ایک حصہ بھی ہے۔

8) آٹھویں خصوصیت: اللہ تعالی کا آپ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے:

اللہ تعالی ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جو بڑے ہی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جیسے: اللہ تعالی نے فجر، عصر، سورج وچاند وغیرہ کی قسم کھائی ہے اسی طرح اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی زندگی کی بھی قسم کھائی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

"لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ"

ترجمہ: "تیری عمر کی قسم! وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے۔" (سورۃ الحجر: 15/72)

قسم کے تعلق سے ایک اہم بات:

کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے۔

9) نویں خصوصیت: قبر میں آپ ﷺ کے بارے میں سوال کیا جائے گا:

انسان کو جب قبر میں دفن کیا جائے گا فرشتے آکر اس سے تین سوالات کریں گے؛ ان میں سے ایک سوال آپ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں:

"مَنْ رَبُّكَ وَمَا دِينُكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟"

ترجمہ: "تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرے نبی کون ہیں؟"

(الراوی: البراء بن عازب رضی اللہ عنہ المصدر: سنن ابی داؤد رقم الحدیث: 4753 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

10) دسویں خصوصیت: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو لفظِ رسول سے پکارا ہے:

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محمد ﷺ کو اے رسول کہہ کر پکارا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ"

ترجمہ: "اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجیئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی، اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (سورۃ المائدۃ: 5/67)

اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو رسول کے لفظ سے خطاب کیا ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ رسول کہے ہم کون ہوتے ہیں اس کو انکار کرنے والے۔

11) گیارہویں خصوصیت: آپ ﷺ کا دفاع اللہ تعالیٰ نے کیا ہے:

نبی کریم ﷺ کی عزت وآبرو پر جب بھی حملہ ہوا، اللہ تعالی نے آپ ﷺ کا دفاع کیا اور قیامت تک کرتا رہے گا جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

"إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ"

ترجمہ:"آپ سے جو لوگ مسخراپن کرتے ہیں ان کی سزا کے لیے ہم کافی ہیں۔"(سورۃ الحجر:15/95)

سورۃ النجم میں فرمایا:

"وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى [1] مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى"

ترجمہ:"قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے [1] کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے(سورۃ النجم:2-1/53) یہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شان ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود اپنی طرف سے آپ ﷺ کا دفاع کررہے ہیں۔

12)بارھویں خصوصیت:اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینہ کو پاک کیا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینہ پاک وصاف کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (1) وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ(2) الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ (3 وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ(4) "

ترجمہ:" کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا [1] اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا [2] جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی [3] اور ہم نے تیرا ذکر بلند کردیا (سورۃ الشرح:4-1/94)

13)تیرھویں خصوصیت:آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سارے چوک معاف کردیئے گئے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کی اگلی پچھلی ساری خطائیں معاف کردی گئیں ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (1) لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا"

ترجمہ: "بیشک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے [1] تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے اور تجھے سیدھی راہ چلائے (سورۃ الفتح:2-1/48)

14) چودھویں خصوصیت: آپ ﷺ کو بعض ایسی سورتیں اور آیتیں دی گئیں جو آپ سے سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں:

ہمارے نبی اکرم ﷺ کو قرآن مجید کی بعض ایسی سورتیں اور آیات دی گئیں جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں تھیں۔ مثلاً سورۃ الفاطر، سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں، اور سورہ ق سے لیکر سورۃ الناس تک۔ اس طرح کی سورتیں تورات، انجیل، زبور اور نہ کسی صحیفے میں ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قال: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام إِذْ سَمِعَ نَقِيضًا فَوْقَهُ فَرَفَعَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: هَذَا بَابٌ قَدْ فُتِحَ مِنَ السَّمَاءِ مَا فُتِحَ قَطُّ قَالَ: فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَمْ تَقْرَأْ حَرْفًا مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ.

عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور جبرائیل (علیہ السلام) ایک ساتھ ہی تھے کہ اچانک جبرائیل (علیہ السلام) نے آسمان کے اوپر دروازہ کھلنے کی آواز سنی، تو نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا، پھر اس سے ایک فرشتہ اترا، اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، اور اس نے کہا: مبارک ہو! آپ کو دو نور دیا گیا ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو

نہیں دیا گیا، سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں، ان دونوں میں سے ایک حرف بھی تم پڑھو گے تو(اس کا ثواب) تمھیں ضرور دیا جائے گا۔

الراوي: عبدالله بن عباس | المحدث: البغوي | المصدر: معالم التنزيل (تفسير البغوي) | الصفحة أو الرقم: 1/79 | خلاصة حكم المحدث: صحيح | التخريج: أخرجه مسلم (806) باختلاف يسير

15) پندراھویں خصوصیت: آپ ﷺ سارے انبیاء میں افضل ہیں:

آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم سارے انبیاء میں افضل نبی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

ترجمہ:"میں کل روز قیامت اولاد آدم کا سردار رہوں گا۔"

(صحیح مسلم:2278)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا"

ترجمہ:"اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا فضل بہت بڑا ہے"(سورۃ النساء:4/113)

شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ نے کہا:"بعد از خدا توئی قصہ مختصر"

کیا انبیاء علیہ السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت دے سکتے ہیں؟

ہم انبیاء علیہ السلامک کو ایک دوسرے پر فضیلت دے سکتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ اس سے دوسرے نبی کی تنقیص نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

" تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ "

ترجمہ: "یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا۔" (سورۃ البقرۃ:2/253)

لیکن تنقیص کی نیت سے جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

" لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ "

ترجمہ: "اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔" (سورۃ البقرۃ:2/285)

16) سولھویں خصوصیت: آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

" مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ "

ترجمہ: "اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔" (سورۃ النساء:4/80)

لہذا جو احادیث کو اہمیت نہیں دیتے انہیں اپنے ایمان کے بارے میں سوچنا چاہئے۔

17) سترہویں خصوصیت: آپ ﷺ کو اسراء اور معراج نصیب کی گئی:

سورۃ الاِسراء آیت نمبر 1 میں فرمایا

سُبحٰنَ الَّذِی اَسریٰ بِعَبدِهٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَا الَّذِی بٰرَکنَا حَولَهٗ لِنُرِیَهٗ مِن اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ

پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ورات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقینا اللہ تعالی ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو اسراء ومعراج نصیب فرمائی یعنی ہمارے نبی اکرم ﷺ ایک ہی رات کے کچھ حصہ میں جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں براق کے ذریعہ بیت المقدس گئے اور وہاں سے ساتوں آسمان کی سیر کرتے ہوئے اس سے ہمیں آپ ﷺ کے مقام ومرتبے کا علم ہوتا ہے۔ لیکن یہاں پر کچھ لوگ من گھڑت اور جھوٹے قصے گھڑ کر کہتے ہیں کہ یہاں پر اللہ تعالی اور نبی کریم ﷺ ایک ہوگئے جو کہ بالکل غلط اور اللہ کے شان میں بہت بڑی گستاخی ہے کیونکہ اگر اللہ اور نبی ﷺ ایک ہوتے تو آپ ﷺ کو اپنے پاس بلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

18) اٹھارویں خصوصیت: آپ ﷺ کو وسیلہ، فضیلہ، مقام محمود اور شفاعتِ عظمی جیسی چیزیں عطا کی گئیں:

آپ ﷺ کو وسیلہ، فضیلہ، مقامِ محمود اور شفاعتِ عظمی جیسی چیزیں عطا کی گئیں۔ جیسا کہ ہم ہر اذان کے بعد یہ دعا کرتے ہیں:

"اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلاَةِ القَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الوَسِيلَةَ وَالفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ القِيَامَةِ"

ترجمہ: "اے اللہ اس دعوتِ کامل اور قائم کی جانے والی نماز کے رب تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلہ عطا فرما اور تو انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اور آگے آپ ﷺ نے فرمایا اسے قیامت کے دن میری شفاعت ملے گی۔"

(صحیح البخاری:4719)

اور یہ شفاعت اسی کو نصیب ہو گی جو دنیا میں توحید پرست رہا ہو اور شرک کی گندگیوں سے اپنے آپ کو پاک رکھا ہو۔

19) انیسویں خصوصیت: سب سے پہلے آپ ﷺ جنت میں داخل ہوں گے:

نبی کریم ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
"آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَيَقُولُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُولُ: مُحَمَّدٌ، فَيَقُولُ: بِكَ أُمِرْتُ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ "

ترجمہ: "میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا۔ جنت کا دربان پوچھے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد مجھے آپ کے بارے میں حکم ملا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔"

(الراوی: انس بن مالک المصدر: صحیح مسلم رقم الحدیث: 197)

20) بیسویں خصوصیت: قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ﷺ اور آپ کی امت پل صراط پر گزریں گے:

آپ ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے پل صراط پر گزریں گے آپ ﷺ نے فرمایا:

" فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُهَا"

ترجمہ: "میں اور میری امت سب سے پہلے پل صراط پر سے گزرے گی۔"

(الراوی: ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ المصدر: صحیح البخاری رقم الحدیث: 7437)

21) اکیسویں خصوصیت: قیامت کے دن آپ ﷺ کی دعا قبول کی جائے گی:

اللہ تعالی نے ہر نبی کو ایک دعا دی تھی جس کا قبول ہونا یقینی ہے، تمام انبیاء نے اس کو دنیا میں ہی استعمال کر لیا لیکن آپ ﷺ نے اس کو آخرت کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ، وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا"

ترجمہ: "ہر ایک کی ایک دعا ہے جو یقینی طور پر قبول کی جائے گی ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن امت کی شفارش کے لئے محفوظ کر رکھا ہے اور یہ دعا انہیں لوگوں کے حق میں قبول ہو گی جو شرک کرتے ہوئے نہ مرے ہوں۔"

(الراوی: ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ المصدر: صحیح مسلم رقم الحدیث: 199)

22) بائیسویں خصوصیت: آپ کی امت خیرِ امت ہے:

آپ ﷺ کی امت ساری امتوں میں سب سے بہترین اور افضل امت ہے اللہ تعالی نے فرمایا:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔" (سورۃ آل عمران: 110/3)

23) تئیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کا تھوک خون پسینہ اور بال وغیرہ باعثِ برکت ہے:

نبی اکرم ﷺ کا تھوک، خون پسینہ اور بال وغیرہ باعثِ برکت ہیں۔ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے بال پسینہ وغیرہ کو بطورِ برکت استعمال کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا، فَعَرِقَ، وَجَاءَتْ أُمِّي بِقَارُورَةٍ، فَجَعَلَتْ تَسْلِتُ الْعَرَقَ فِيهَا، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ؟» قَالَتْ: هَذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِيبِنَا، وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ"

ترجمہ:"نبی کریم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور آرام فرمایا آپ ﷺ کو پسینہ آیا میری ماں ایک شیشی لائی اور اس میں پسینہ ڈالنے لگی آپ ﷺ بیدار ہو گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا یہ آپ کا پسینہ ہے جسے میں ہماری خوشبو ملا رہی ہوں اور یہ بہت ہی اچھی خوشبو ہے۔"

(صحیح مسلم:2331)

آج ہمارے انڈیا کے اندر کئی لوگوں کے پاس نبی کریم ﷺ کے بال ملیں گے جبکہ سعودی عرب جہاں آپ ﷺ پیدا ہوئے وہاں کسی کے پاس کوئی بال نہیں ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اس طرح کی چیزوں میں تحقیق سے کام لیں۔

24) چوبیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کو جمعہ کا دن عطا کیا گیا:

جمعہ کا دن ایک ایسا دن ہے جس میں تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ اس طرح کا سسٹم دنیا میں کسی مذہب کے پاس نہیں ہے۔ اور یہ دن پچھلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں ملا۔ عیسائیوں کو اللہ تعالی نے عبادت کے لئے اتوار کا دن مقرر کیا یہودیوں کے لئے اللہ تعالی نے سنیچر کا دن مقرر کیا لیکن اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو جمعہ کا دن عطا فرمایا۔

25) پچیسویں خصوصیت: قیامت کے دن آپ کے امتیوں کے اعضاء وضوء کرنے کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے:

امتِ محمدیہ کے اعضاء کل قیامت کے دن وضوء کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ القِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ"

ترجمہ:"بے شک قیامت کے دن وضو کے آثار سے میری امت کے اعضاء چمک رہے ہوں گے تم میں m ṁrnik j جو آدمی اپنی چمک کو بڑھانے کی جتنی طاقت رکھتا ہے وہ اتنا بڑھالے۔"

(صحیح البخاری:136)

26) چھبیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کی امت امتِ وسط ہے:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو امتِ وسط بنایا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا"

ترجمہ:"ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہو جائیں۔"(سورۃ البقرۃ:143/2)

27) ستائیسویں خصوصیت: جنت میں آپ ﷺ کی امتیوں کی تعداد زیادہ ہوگی:

جنت میں آپ ﷺ کی امتیوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ جنت میں آدھی تعداد امت محمدیہ کی ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ"

ترجمہ:"مجھے امید ہے کہ جنت میں آدھی تعداد میں رہو گے۔"

(صحیح مسلم:221)

28)اٹھائیسویں خصوصیت: آپ ﷺ کے جسم کو مٹی نہیں کھا سکتی:

نبی اکرم ﷺ اور انبیاء کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ"

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالی نے زمین کے لئے حرام کیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔"

(سنن النسائی:1374)

29)انتیسویں خصوصیت: شیطان آپ ﷺ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا:

شیطان، نبی کریم ﷺ کا روپ دھار نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ رَآنِي فِي المَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لاَ يَتَخَيَّلُ بِي"

ترجمہ: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا بے شک اس نے مجھے دیکھا بیشک شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔"

(الراوی: انس بن مالک رضی اللہ عنہ المحدث: البخاری المصدر: الجامع الصحیح رقم الحدیث: 6994 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

30)تیسویں خصوصیت: اللہ تعالی اور فرشتوں نے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا ہے:

اللہ تعالی اور فرشتوں نے آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے اور اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر درود اور سلامتی بھیجیں کیونکہ آپ کے ہم پر بہت سے احسانات ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو!تم(بھی)ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔"(سورۃ الاحزاب:56/ 33)

31)اکتیسویں خصوصیت:جہاں پر آپ وفات پائے وہیں پر آپ ﷺ کو دفنایا گیا:

جہاں نبی اکرم ﷺ کا انتقال ہوا وہیں پر آپ ﷺ کو دفنایا گیا۔جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيتُهُ، قَالَ: " مَا قَبَضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ ". ادْفِنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُلَيْكِيُّ يُضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ، فَرَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا.

ترجمہ:"ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی تدفین کے سلسلے میں لوگوں میں اختلاف ہوا۔ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ سے ایک ایسی بات سنی ہے جو میں بھولا نہیں ہوں، آپ نے فرمایا:”جتنے بھی نبی ہوئے ہیں اللہ نے ان کی روح وہیں قبض کی ہے جہاں وہ دفن کیا جانا پسند کرتے تھے (اس لیے) تم لوگ انہیں ان کے بستر ہی کے مقام پر دفن کرو۔"

(سنن الترمذی:1018)

2)دوسرا پہلو:آپ ﷺ کی بعثت کے وقت کے حالات

اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو اس وقت نبی بنا کر بھیجا جب انسانیت شرک وبت پرستی اور بداخلاقی وبدکرداری کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔انسانیت کا نام ونشان تک باقی نہیں تھا

آدمی درندہ بن چکا تھا۔ ایک طرف یمن تھا جہاں کے لوگ شرک وبت پرستی کا شکار تھے۔ سورۃ سباء پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں بہت نعمتوں سے نوازا تھا لیکن انہوں نے اللہ کی ناشکری کی تو اللہ تعالی نے ان پر طوفان بھیج کر ان کے سارے باغات کو تہس نہس کر دیا اللہ تعالی نے فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ [15] فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ"

ترجمہ: "قوم سبا کے لئے اپنی بستیوں میں (قدرت الٰہی کی) نشانی تھی ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے (ہم نے ان کو حکم دیا تھا کہ) اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، یہ عمدہ شہر اور وہ بخشنے والا رب ہے [15] لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کے سیلاب (کا پانی) بھیج دیا اور ہم نے ان کے (ہرے بھرے) باغوں کے بدلے دو (ایسے) باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور (بکثرت) جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے۔" (سورۃ سباء: 16-15 /34)

سورۃ البروج پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ وہاں پر ایسے جابر اور ظالم بادشاہ تھے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ماننے والوں کو گڑھا کھود کر اس میں آگ جلا کر انہیں اس میں ڈھکیل دیا کرتے تھے۔

سورۃ الفیل پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ وہاں ابرہا نامی ایک شخص آیا تھا جس نے کعبے کو ڈھانے کی نیت کی تھی اور ہاتھیوں کی فوج لے کر مکے کا رخ کیا اور کعبہ ڈھانے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالی اس کو اور اس کی فوج ہلاک کر دیا۔ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت یمن کی کیفیت کیا تھی۔

اسی طرح دوسری طرف اہل کسریٰ آگ کی، تاروں کی پوجا کرتے تھے یعنی وہ دو دو خداوں کو ماننے والے تھے

تیسری طرف اہل روم تھے جو بعد میں 37 ممالک میں بٹ گئے۔ یہ لوگ تثلیث کے ماننے والے تھے اور واضح شرک میں مبتلا تھے کیونکہ وہ مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کے بت بنا کر ان کی پوجا کیا کرتے تھے
۔

اسی طرح چین میں بدھ ازم بہت عروج پر تھا اور انہیں خدا کے بارے میں کافی اشکال و شکوک تھے۔جو قوم خدا کے بارے میں شک میں مبتلا ہو وہ قوم دوسروں کو کس طرح ہدایت کی طرف رہنمائی کر سکتی ہے۔

اور اسی طرح ہندوستان تھا جہاں کچھ لوگ تاروں کی، کچھ درختوں کی، کچھ پتھروں کی پوجا کرتے تھے ۔اور یہاں کے لوگ طبقاتی کشمکش میں مبتلا تھے۔ بہرکیف ساری دنیا اللہ تعالی کی نافرمانی میں ڈوبی ہوئی تھی ۔ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری اپنی کتاب "السيرة النبوية الصحيحة" (جو کہ سیرت پر بہت ہی Authentic کتاب ہے اور اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے) میں فرماتے ہیں: "اِن اللہ نظر العالم" اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ساری دنیا پر نگاہ ڈالی "عربھم و عجمھم" اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عرب کی طرف بھی دیکھا اور عجم کی طرف بھی دیکھا اور اللہ تعالیٰ کو ناراضگی ہو گئی کیونکہ کوئی بھی شخصیت اور گروہ اس قابل نہیں تھا کہ وہ انسانوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سیدھی راہ بتا سکے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ محمد ﷺ کو نبی بنایا جائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محمد ﷺ کو مکہ میں پیدا فرمایا۔

3) تیسرا پہلو: پیدائش سے لے نبوت تک کے حالات

پیدائش سے لے نبوت تک کے حالات کو میں نے تیرہ نقاط کی شکل میں پیش کیا ہے

1) پہلا پوائنٹ: آپ ﷺ کی ولادت:

نبی اکرم ﷺ کی ولادت 22/اپریل 571ء پیر کے دن عام الفیل میں ہوئی۔ عام الفیل کا مطلب وہ سال جس میں ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ ہجری اعتبار سے آپ ﷺ ہجرت سے 53 سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے دن اور سال میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خود صراحت کے ساتھ بتادیا کہ میں پیر کے دن پیدا ہوا ہوں۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا::

"ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ"

ترجمہ:"یہ وہ دن ہے جس میں پیدا ہوا ہوں اور اسی دن میں نبی بنایا گیا ہوں۔"

(الراوی:ابو قتادہ رضی اللہ عنہ المصدر: صحیح مسلم رقم الحدیث :1162)

نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کی تاریخ میں اہلِ علم کا اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ اور اس دن یہ لوگ عید میلاد بھی مناتے ہیں جو کہ بدعت ہے۔

محمود بادشاہ الفلکی یہ مصر کے ایک ماہر فلکیات (Astronomer) اور ایک بہت بڑے سائنس دان ہیں انھوں نے کہا کہ میرے ترتیب کے حساب سے میں نے واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک Sequential order بنایا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش 9 ربیع الاول کو ہوئی۔ اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ترجیح دیا ہے۔ سارے لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

2) دوسرا پوئنٹ: آپ ﷺ کی رضاعت:

آپ ﷺ کو سب سے پہلے آپ کی والدہ محترمہ آمنہ نے دودھ پلایا اس کے بعد ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔ مورخین کہتے ہیں کہ ان دونوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

نبی کریم ﷺ اپنی رضاعی ماں کے ساتھ بھی بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جنگِ حنین میں جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو ان کا سارا مالِ غنیمت جب آپ کی خدمت میں لایا گیا تو ان کا رئیس زہیر بن صرد آپ ﷺ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور کچھ اشعار کہا:

فامنن علينا رسول الله في كرم فإنك المرء نرجوه وننتظر

امنن على نسوة قد كنت ترضعها اذ فوك تملؤه من محضها الدرر

ترجمہ: "اے اللہ کے رسول ہم پر کرم کیجیے، بیشک آپ وہ آدمی ہیں جن کے رحم وکرم کے منتظر ہیں۔ آپ ان عورتوں پر احسان کیجئے جن کا دودھ آپ پیتے تھے اور آپ کا منہ ان کے دودھ کے موتیوں سے بھر جاتا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے جب ماں کا نام سنا تو کہا کہ میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں کہتا لیکن میرے حصے میں جو آیا ہے اور میرے پاس جو چیزیں موجود ہیں وہ سب لے لو، یہ دیکھ کر مھاجرین نے کہا: اے نبی ﷺ جو کچھ ہمارا ہے حقیقت میں وہ آپ کا ہی ہے۔ اس کے بعد انصار نے کہا کہ اے نبی ﷺ ہمارا سامان بھی آپ ہی کا ہے لہذا اس دن جو بھی ان سے لیا گیا تھا وہ سب واپس کر دیا گیا۔

3) تیسرا پوئنٹ: آپ ﷺ کے نام:

نبی اکرم ﷺ کے کئی نام ہیں: جیسے محمد، أحمد، عاقب، ماحی۔ اللہ تعالی نے سورۃ الصف میں فرمایا:

"وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ"

ترجمہ:"اور جب مریم کے بیٹے عیسٰی نے کہا اے (میری قوم)، بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جنکا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔"(سورۃ الصف:6/61)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چھ نام گنوائے اور وہ یہ ہیں:

"مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَخَاتَمٌ وَحَاشِرٌ وَعَاقِبٌ وَمَاحٍ"

(الراوی:نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ المصدر:المستدرک علی الصحیحین رقم الحدیث :7718 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

آپ ﷺ یتیم ہونے کے دو فوائد:

سورۃ الضحیٰ میں آپ ﷺ کو یتیم کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى"

ترجمہ:"کیا اس نے تجھے یتیم پاکر جگہ نہیں دی۔"(سورۃ الضحیٰ:6/93)

نبی اکرم ﷺ یتیم ہونے کے دو بڑے فائدے ہیں:

پہلا فائدہ: آپ ﷺ پر دین کے تعلق کوئی تہمت نہیں لگا سکتا: کوئی آپ ﷺ پر یہ تہمت نہیں لگا سکتا کہ آپ ﷺ نے اپنے والد سے کچھ سیکھا ہو اور انہیں چیزوں کو آپ لوگوں میں پھیلا رہے ہیں

دوسرا فائدہ:ہر کمزور اور یتیم کو ہمت ملے گی: دنیامیں جو بھی یتیم اور حالات کامارا ہے اسے آپ کی سیرت پڑھنے سے ہمت وطاقت ملے گی اور وہ اپنی زندگی میں آنے والے حادثات کاڈٹ کر مقابلہ کرے گا۔

4)چوتھاپوائنٹ:شقِ صدر:

نبی اکرم ﷺ بچپن میں جب آپ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنھاکے گھر میں تھے جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کا سینہ چاک کرکے اس میں موجود دل کو صاف کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَتَاهُ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ، فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ، فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ، فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً، فَقَالَ: هَذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ، ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ لَأَمَهُ، ثُمَّ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ، وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ - فَقَالُوا: إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ، فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ "، قَالَ أَنَسٌ: «وَقَدْ كُنْتُ أَرَى أَثَرَ ذَلِكَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ»" .

ترجمہ:"حضرت جبرئیل علیہ السلام اور آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے انہوں نے آپ کو پکڑ کر چت لٹایاپھر آپ کا سینہ چاک کیااس سے دل نکالا اور ایک لوتھڑا نکالا پھر کہا یہ شیطان کا حصہ ہے پھر اس کو سونے کے ایک برتن میں زمزم کے پانی سے دھو کر جوڑ دیااور اس کو اس کی جگہ رکھ دیا گیااور بچے دوڑتے ہوئے اپنی ماں کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ محمد قتل کئے گئے پھر وہ آپ کے پاس آئے اور رنگ اڑاہوا تھاحضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کے سینہ پر سلائی کا اثر دیکھا کرتا تھا۔"

(صحیح مسلم:162)

5)پانچواں پوائنٹ:داداکی کفالت اور ان کی چاہت:

نبی اکرم ﷺ کی والدہ کے انتقال کے بعد آپ کے داداعبد المطلب نے آپ کی کفالت کی وہ آپ کو بہت چاہتے تھے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ جانوروں کے ریوڑ کو لانے کے لئے گئے اور آپ کو آنے میں دیر ہوئی تو عبد المطلب پریشان ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد جب آپ آئے تو آپ کو دیکھ کر کہنے لگے:

"يَا بُنَيَّ لَقَدْ جَزِعْتُ عَلَيْكَ جَزَعًا لَمْ أَجْزَعْهُ عَلَى شَيْءٍ قَطُّ وَاللَّهِ لَا أَبْعَثُكَ فِي حَاجَةٍ أَبَدًا، وَلَا تُفَارِقُنِي بَعْدَ هَذَا أَبَدًا "

ترجمہ:"اے میرے بیٹے میں تمہارے تعلق سے بہت خوف زدہ ہو گیا تھا۔اس قدر خوف زدہ میں کبھی نہیں ہوا تھا اللہ کی قسم میں تمہیں کبھی کسی کام کے لئے نہیں بھیجوں گا اور تم مجھ سے کبھی الگ نہیں رہو گے۔"

(المستدرک علی الصحیحین   رقم الحدیث:4184   خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

6) چھٹا پوائنٹ: چچا کی کفالت اور ان کی محبت:

جب نبی اکرم ﷺ کے دادا کا انتقال ہو گیا تو آپ کے چچا نے آپ کی پرورش کی۔ آپ کے چچا بھی آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ میں ایک واقعہ کا ذکر کروں گا جس کو البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے کہ عرب کی تجارت یمن سے شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ بچے ہی تھے لیکن تجارت کو پوری طرح سمجھ چکے تھے(آج ہمارے بچے بڑے ہو جاتے ہیں لیکن تجارت کے بارے انہیں کچھ بھی معلومات نہیں رہتیں۔ ہمارے بچے جوان ہو جاتے ہیں لیکن دنیا کیسے چل رہی ہے اس کا اِکنامک سسٹم Economic system اور سماجی سسٹم کے تعلق سے ان کے پاس کوئی جانکاری نہیں ہے۔) بہر کیف نبی اکرم ﷺ اپنے چچا کے ساتھ شام کی طرف نکل پڑتے ہیں۔ راستے میں ایک راہب سے ملاقات ہوتی ہے جس کا نام بحیرہ تھا اس نے جب

آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا: "هَذَا سَيِّدُ العَالَمِينَ، هَذَا رَسُولُ رَبِّ العَالَمِينَ، يَبْعَثُهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ "ترجمہ: "یہ سارے دنیا کے سردار، یہ رب العالمین کے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالی رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کرے گا۔" قریش نے اس سے پوچھا کہ تمہیں اس بات کا کیسے پتا چلا؟ اس نے کہا: جب تم گھاٹی سے آ رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ کوئی درخت یا پتھر ایسا نہیں تھا جو آپ کو سلام کرتے ہوئے نہ جھکا ہو۔ اس کے بعد اس راہب نے آپ ﷺ کو واپس بھیجنے کا مشورہ دیا تو حضرت ابو طالب نے آپ کو واپس بھیج دیا۔

(الراوی: ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ المصدر: سنن الترمذی رقم الحدیث: 3620 خلاصة حکم الحدیث: صحیح)

7) ساتواں پوائنٹ: آپ ﷺ کا کام میں مصروف ہونا:

نبی ﷺ کو اس طرح کی خصوصیتیں اور فضائل حاصل تھیں لیکن آپ مطمئن ہو کر گھر پر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ آپ محنت کرتے اور کماتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

" كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ"

ترجمہ: "میں چند قیراط پر اہلِ مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔"

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 2262)

آج ہم اپنے بچوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے اور انہیں خود مختار بنانے کی کوشش نہیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے بچوں کی صلاحیتیں اور اسکلس Skills ختم ہو رہی ہیں۔ بکریاں چرانے سے لیڈر شپ کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

8) آٹھواں پوائنٹ: آپ ﷺ کا قومی اور سماجی مسائل شریک ہونا:

نبی اکرم ﷺ لوگوں کے سماجی وملی مسائل میں شریک ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ حلف الفضول میں شریک ہوا کرتے تھے۔ جس کے قیام کا مقصد بے سہارا اور کمزروں کی مدد کرنا اور ہر ایک کے حقوق کی حفاظت کرنا وغیرہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَا شَهِدْتُ مِنْ حِلْفِ قُرَيْشٍ إِلَّا حِلْفَ الْمُطَيَّبِينَ، وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي حُمْرَ النَّعَمِ"

ترجمہ:"میں قریش کی کسی محفل میں شریک نہیں ہوا۔ سوائے مطیبین کی محفل (حلف الفضول) میں اور مجھے سرخ اونٹ مل جائیں اس سے بہتر ہے کہ میں اس طرح کی محفل میں شریک ہوں۔

(الراوی:ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ المصدر: صحیح ابن حبان رقم الحدیث :4374 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

آج ہماری بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم سب مل کر معاشرے سے بدامنی، دہشت گردی کو دور کریں اور معاشرے میں امن وامان کی فضا قائم کرنے کی کوشش کریں یہ بھی سنتِ رسول ﷺ ہے۔

9)نواں پوئنٹ: آپ ﷺ امانت دار تاجر تھے:

نبی اکرم ﷺ ابتداء میں بکریاں چرایا کرتے تھے جب آپ نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو تجارت کرنے لگے اور آپ اپنی تجارت میں امانت اور سچائی کا بہت خیال کیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت زہیر رضی اللہ عنہ حضرت سائب کو آپ ﷺ کے پاس لائے اور ان کی تعریف کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تُعْلِمُونِي بِهِ قَدْ كَانَ صَاحِبِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ» قَالَ: نَعَمْ. يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَنِعْمَ الصَّاحِبُ كُنْتَ"

ترجمہ:"تم ان کے بارے میں مجھے مت بتاؤ بیشک وہ زمانہ ء جاہلیت میں میرے (پارٹنر)شریک تجارت تھے۔سائب نے کہاہاں اللہ کے رسول ﷺ آپ بہترین ساتھی تھے۔"

(الراوی:سائب بن عبداللہ المصدر:مسند احمد رقم الحدیث : 15500 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

10)دسواں پوائنٹ:حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا سے آپ ﷺ کی شادی:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا نے جب آپ ﷺ کی امانت داری کے بارے میں سنا تو انہوں آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان کا مال لے کر تجارت کریں۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کا مال لے کر تجارت کرنے لگے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا آپ ﷺ کی امانت داری اور دیانت داری سے بہت متاثر ہوئیں اور آپکو نکاح کا پیغام دیا اور آپ نے اس کو قبول کر لیا۔ آج ہم بھی رشتوں کو امانت داری اور دیانت داری کے بنیاد پر قائم کرنے کی کوشش کریں۔

11)گیارہواں پوائنٹ:حجر اسود کا فیصلہ:

زمانۂ جاہلیت میں طوفان آنے کی وجہ سے کعبۃ اللہ کا کچھ حصہ گر گیا تھا۔اہل مکہ نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا اور ہر قبیلہ نے اپنا ایک حصہ مقرر کر لیا تھا اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پتھر اٹھالاتے تھے۔ اس دوران جب نبی کریم ﷺ کے جسم پر سے کپڑے اتر گئے تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے کیونکہ آپ ﷺ بڑے باحیا تھے۔ جب کعبۃ اللہ کی دیوار حجر اسود تک بن گئی تو ہر قبیلہ کا سردار یہ خواہش کر رہا تھا کہ وہ حجر اسود کو رکھے اس پر لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور قریب تھا کہ مکہ کے اندر خون خرابہ ہو تا لیکن ایک بزرگ ابوامیہ نے کہا کہ کل جو سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں داخل ہو گا وہی اس کے تعلق سے فیصلہ کرے گا۔ اتفاق سے دوسرے دن سب پہلے آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کہا: "ھذا الأمین رضیناہ ھذا محمد "یہ محمد جو امین ہیں ہم ان کے فیصلہ پر

راضی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ان کے درمیان بہترین فیصلہ کیا آپ نے ایک چادر منگوایا اور اسے بچھادیا اور اس پر پتھر رکھا اور تمام قبیلوں کے سرداروں سے کہا کہ اس چادر کو پکڑ کر اٹھائیں اور اس کو اس کی جگہ رکھ دیں۔ اور جب انہوں حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجرِ اسود کو چادر سے نکال کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ کے اس بہترین فیصلہ سے جھگڑا بھی ختم ہوا اور سارے لوگ بھی خوش ہوئے۔

12) بارہ پوئنٹ: جنات کے ذریعہ آپ ﷺ کی نبوت کی پیشن گوئی: واں

زمانۂ جاہلیت میں کچھ کاہن تھے جن کے ماتحت کچھ جنات تھے وہ کاہنوں کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم آپ لوگوں کی خدمت نہیں کرسکتے کیونکہ جب بھی ہم کچھ سننے کے لئے آسمان پر جاتے ہیں تو وہاں ایک آگ کا شعلہ ہے جو ہمیں مار بھگانے کے لئے دوڑ پڑتا ہے۔ بہر کیف اللہ تعالی نبی اکرم ﷺ کے آنے سے پہلے ہر قسم سے انتظامات کرچکا تھا۔

13) تیرہواں پوائنٹ: آپ ﷺ پر وحی کا آغاز:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں:

"أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ، فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ، فَقَالَ: اقْرَأْ، قَالَ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، قَالَ: فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ، قُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ:" اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ {1} خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ {2} اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ {3}" سورة العلق آية 1-3، فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيجَةَ، وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ: لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي، فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ، وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ، فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ: يَا ابْنَ عَمِّ، اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ أَخِي، مَاذَا تَرَى، فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا، لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ، قَالَ: نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا، ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ."

ترجمہ:"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی پسند ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حق منکشف ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔ پس یہی آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت و خواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچازاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔

ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجیئے وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

(الراوی: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا المصدر: صحیح البخاری رقم الحدیث:3)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اللہ کے نبی کی سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ (حصہ دوم)

عناصرِ خطبہ

تمہید

مکی اور مدنی زندگی

پہلا پوئنٹ: نزول الوحی (وحی کا نزول)

دوسرا پوائنٹ: "فترة انقطاع الوحي" (بندشِ وحی کی مدت)

تیسرا پوائنٹ: "السابقون الأولون" (سب سے پہلے اسلام لانے والے)

چوتھا پوئنٹ: دعوت و تبلیغِ اسلام کا علانیہ دور

رشتے داروں کو اسلام کی دعوت

صفا کی پہاڑی پر عام لوگوں کو اسلام کی دعوت

پانچواں پوائنٹ: پہلی مرتبہ مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا

چھٹا پوائنٹ: دوسری مرتبہ مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت

مسلمانوں کی واپسی کے لئے کفارِ مکہ کی چالبازی

ساتواں پوائنٹ: حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

مذکورہ دونوں واقعات کی حقیقت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کا سچا واقعہ

آٹھواں پوائنٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خاندان والوں اور مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ

نواں پوائنٹ: غم کا سال

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت ابو طالب کی وفات

دسواں پوائنٹ: طائف کا سفر

طائف سے واپسی اور جنات کا قبول اسلام

گیارہواں پوائنٹ: اسراء اور معراج

اسراء اور معراج کا تفصیلی واقعہ

بیت المعمور کیا ہے؟

بارہواں پوائنٹ: مدینہ میں اسلام کی کرن

بیعتِ عقبہ اُولیٰ

بیعتِ عقبہ ثانیہ

تیرہواں پوائنٹ: آپ ﷺ کی قتل کی سازش

چودھواں پوائنٹ: مدینہ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت

غارِ ثور میں تین رات قیام

غارِ ثور میں تین رات قیام کے تعلق سے کچھ من گھڑت باتیں

تمہید

گزشتہ تحریر میں قارئین کے سامنے سیرت النبی کا پہلا حصہ پیش کیا گیا تھا جس میں آپ ﷺ کی خصوصیات اور پیدائش سے لے کر نبوت تک کے حالات ذکر کیے گئے تھے۔ اس تحریر میں سیرت النبی ﷺ کا دوسرا حصہ، یعنی نبوت سے لیکر ہجرت تک کے حالات کو 14 پوائنٹ کی شکل میں پیش

کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نبوت کے بعد 13 سال مکہ میں رہے جسے مکی دور کہتے ہیں اور 10 سال تک مدینہ میں رہے جسے مدنی دور کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«بُعِثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعِينَ سَنَةً، فَمَكُثَ بِمَكَّةَ ثَلاَثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ، ثُمَّ أُمِرَ بِالهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِينَ، وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّينَ»

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنا کر مبعوث کیا، بعثت کے بعد آپ تیرہ سال تک مکہ میں رہے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا، ہجرت کے بعد آپ دس سال تک زندہ رہے اور تیرسٹھ سال کی عمر میں وفات پائے۔"

(الراوی: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ المصدر: صحيح البخاري رقم الحديث: 3902)

میں نے مکی دور کے تیرہ سال کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں، میں نے آپ ﷺ کے ابتدائی پانچ سالوں کا ذکر کیا ہے اور دوسرے حصے میں اس کے بعد کے آٹھ سالوں کا ذکر کیا ہے۔ ابتدائی پانچ سالوں میں آپ ﷺ کو دین کی خاطر زیادہ تکلیف برداشت نہیں کرنا پڑا۔ لیکن دوسرا حصہ جو آٹھ سال پر مشتمل ہے اس میں آپ ﷺ کو اور آپ کے اصحاب کو دین کی خاطر کافی تکلیفیں دی گئیں۔ آج 1.6 بلین مسلمان ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے احسان کو مانتے ہوئے آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجیں اور آپ ﷺ کے حقوق ادا کریں۔ اور صحابہ کرام کے تعلق سے اپنے دلوں میں کینہ نہ رکھیں، ان سے محبت کریں اور ان کی عزت وناموس کی حفاظت کریں۔

مکی اور مدنی سورتیں:

مصحف مدینہ کے مطابق مکی سورتوں کی تعداد 86 اور مدنی سورتوں کی تعداد 28 ہے۔ مکی سورتیں چھوٹی اور مدنی سورتیں بڑی ہیں سوائے سورہ انعام اور سورہ اعراف کے ۔ مکی سورتیں جو ابتدائی پانچ سالوں میں نازل ہوئیں ان کی تعداد 45 ہے اور جو بعد کے آٹھ سالوں میں نازل ہوئیں ان کی تعداد 41 ہے۔ اور سورۃ مریم بھی شروع کے پانچ سالوں میں ہی نازل ہوئی کیونکہ آپ ﷺ کی اجازت سے سن پانچ ۵ نبوت کو اتھوپیا(حبشہ) کی طرف جس کا نام اس زمانے میں حبشہ تھا مسلمانوں دو مرتبہ ہجرت کی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی ایک اچھا انسان تھا۔اس کے دربار میں حضرت جعفر بن ابو طالب نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں تو وہ اور اس کے دربار میں موجود پادری زار وقطار رونے لگے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا کہ یہ کلام اور وہ کلام جسے عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔

پہلا پوائنٹ نزول الوحی (وحی کا نزول):

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں:

"أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ، فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ، فَقَالَ: اقْرَأْ، قَالَ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، قَالَ: فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ، قُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ:" اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ {1} خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ {2} اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ {3}" سورة العلق آية 1-3، فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيجَةَ،

وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ: لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي، فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ، وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ، فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ: يَا ابْنَ عَمِّ، اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ أَخِي، مَاذَا تَرَى، فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا، لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ، قَالَ: نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا، ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ."

ترجمہ:"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی پسند ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حق منکشف ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے

زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔ پس یہی آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت و خواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچازاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔

خدیجہ رضی اللہ عنہانے ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجیۓ وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

(الراوی: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا   المصدر: صحیح البخاری   رقم الحدیث: 3)

دوسرا پوائنٹ "فترة انقطاع الوحي" یعنی بندشِ وحی کا پریڈ:

پہلی وحی کے بعد کچھ دنوں کے لئے وحی کا آنا بند ہو گیا۔ تاکہ آپ ﷺ کا ڈر اور خوف ختم ہو جائے اور آپکی طبیعت نزولِ وحی کی مشتاق ہو۔

انقطاعِ وحی کی مدت:

اس سلسلے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے:

بعض اہل علم نے کہا کہ دو سال تک بند رہی۔

بعض اہل علم نے کہا کہ ایک سال تک وحی بند رہی۔

علامہ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ چالیس دن وحی بند رہی۔اور بعض اہل علم نے کہا کہ کچھ دنوں تک وحی بند رہی اور یہی صحیح اور راجح قول ہے۔مولانا صفی الرحمٰن مبارکفوری رحمہ اللہ نے "الرحیق المختوم" میں اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ کے تعلق سے ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ:

غلط فہمی: صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کے تعلق سے وارد ہے کہ انقطاعِ وحی کی مدت میں آپ ﷺ پریشان ہوگئے اور کہنے لگے کہ مجھے خیال آرہا ہے کہ میں اپنی جان دے دوں،یعنی خودکشی کرلوں۔

ازالہ: خودکشی کرنے کے تعلق سے جو قول ہے وہ اللہ کے رسول ﷺ کا نہیں ہے بلکہ وہ قول ایک تابعی کا ہے جن کا نام امام زہری ہے۔انہوں نے سمجھا کہ شاید اللہ کے رسول نے ایسے کہا ہو اور اس بات کو امام ابنِ حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں واضح کرتے ہوئے کہا کہ نبی اکرم ﷺ سے خودکشی کا جملہ کسی بھی صحیح ذرائع سے ثابت نہیں ہے یہ امام زہری کا قول ہے۔(المصدر: فتح الباری،رقم الجزءوالصفحۃ:12/452)

کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے خودکشی کا ارادہ کیا تھا،یہ بالکل غلط ہے۔اوریہی بات شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے اور انہوں نے اس تعلق سے دوسرے طرق سے جو روایت آئی ہے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علامہ ابن حجر اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی اس حدیث پر جرح کی کے جب کہ درست نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ دونوں نے امام بخاری پر جرح نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہ بتایا کہ امام بخاری نے بھی حدیث کو اسی طرح سمجھا ہے۔یعنی آپ ﷺ

کے بارے میں کہنا کہ آپ ﷺ خودکشی کا ارادہ رکھتے تھے غلط ہے۔ امام بخاری نے بھی امام زہری کی طرف ہی منسوب کیا اس فہم کو

شیخ البانی رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ ایسا عقیدہ رکھنا کہ نبی اکرم ﷺ نے خودکشی کا ارادہ کیا تھا صحیح نہیں ہے۔ بعض لوگ ان دونوں یعنی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ البانی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دونوں امام بخاری پر اعتراض کررہے ہیں، میرے بھائی امام ابن حجر رحمہ اللہ اور امام البانی رحمہ اللہ بخاری پر اعتراض نہیں کررہے ہیں بلکہ جو امام بخاری نے پیش کیا ہے اس کو صحیح سمجھا رہے ہیں کہ یہ بعد کی سوچ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں یہ سوچ نہیں تھی گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت کو صحیح طور پر سمجھا رہے ہیں۔

دعوت و تبلیغ کا آغاز:

پہلی وحی کے کچھ دنوں بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ ﷺ کے پاس سورۃ المدثر کی چند آیات لے کر آئے۔ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ دعوت و تبلیغ کے کام میں مصروف ہوگئے۔ چونکہ عرب والوں میں انا، تکبر اور ہٹ دھرمی تھی اور باپ دادا کے طریقہ کو حق مانتے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے ابتداء میں کچھ سال خاموشی اور رازداری سے دعوت و تبلیغ کا کام کیا۔ مگر آپ ﷺ کتنے سال تک اس طرح خاموشی کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیتے رہے اس تعلق سے کوئی صحیح اور صریح روایت نہیں ہے۔

تیسرا پوائنٹ: "السابقون الاولون" (سب سے پہلے اسلام لانے والے):

آپ ﷺ پر سب سے پہلے آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا، آپ کے جگری دوست حضرت ابو بکر رضی اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میدانِ دعوت میں اتر گئے آپ

ﷺ کی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی محنت سے ابتداء میں چالیس سے زائد لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے جن کے نام یہ ہیں: عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن و قاص، طلحہ بن عبید اللہ، امین الامۃ ابوعبیدہ عامر بن جراح، ابو سلمہ بن عبد الاسد، ان کی بیوی ام سلمہ، ارقم بن ابی ارقم عثمان بن مظعون، قدامہ بن مظعون، عبد اللہ بن مظعون، عبید بن حارث بن مطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، ان کی بیوی فاطمہ بنت خطاب، خباب بن ارت، جعفر بن ابو طالب، انکی بیوی اسماء بنت عمیس، خالد بن سعید بن عاص، انکی بیوی امینہ بنت خلف، ان کے بھائی عمرو بن سعید بن عاص، حاطب بن حارث، ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل، ان کے بھائی خطاب بن حارث، ان کی بیوی فکیھہ بنت یسار، معمر بن حارث، مطلب بن ازہر، ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف، اور نعیم بن عبد اللہ بن نحام، ام ایمن، ام الفضل لبابہ الکبری بنت حارث ہلالیہ، اسماء بنت ابو بکر رضوان اللہ علیھم اجمعین۔

یہ سب لوگ قریشی تھے قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے قبائل کے بھی بہت سارے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے جن کے نام یہ ہیں: عبد اللہ بن مسعود، مسعود بن ربیعہ، عبد اللہ بن جحش، ان کے بھائی احمد بن جحش، صہیب بن سنان رومی، عمار بن یاسر، ان کے والد یاسر، ان کی والدہ سمیہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنھم۔

(المصدر: سیرۃ ابن ھشام الجزء: الاول رقم الصفحۃ: 262-245)

یہاں لوگوں کے درمیان ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ ابتداء میں صرف ناداروں نے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ لیکن بات ایسی نہیں ہے ابتداء میں امیر اور غریب دونوں نے ہی اسلام قبول کیا تھا۔

چوتھا پوئنٹ: دعوت و تبلیغِ اسلام کا علانیہ دور:

رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت:

جب اسلام کی علانیہ تبلیغ کے لئے تھوڑی بہت راہ ہموار ہوئی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

"وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ"

"اپنے قریبی رشتہ والوں کو ڈرادے[214] اس کے ساتھ فروتنی سے پیش آ، جو بھی ایمان لانے والا ہو کر تیری تابعداری کرے۔"(سورۃ الشعراء:214-215/26)

اس حکم کے بعد آپ ﷺ قریبی رشتہ داروں کو جمع کرکے توحید، رسالت اور آخرت کے تعلق سے سمجھایا۔

صفا کی پہاڑی پر عام لوگوں کو اسلام کی دعوت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عام لوگوں کو علی الاعلان دعوت وتبلیغ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ"

"پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جارہا ہے کھول کر سنا دیجئے! اور مشرکوں سے منھ پھیر لیجئے۔"(سورۃ الحجر:94/15)

اس حکم کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی دعوتی مہم تیز کردی، ایک روز آپ ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئے اور یا صباحاہ! اے صبح! کہہ کر آواز لگائے۔اس آواز کو سن کر سارے مکہ کے لوگ پہاڑ کے نیچے آکر جمع ہوگئے۔ آپ ﷺ نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ ہر قبیلے کا نام لے کر فرمایا: میں تمھیں جہنم کی آگ سے ڈراتا ہوں تم اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچالو کیونکہ کل قیامت کے دن میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ غیر مسلم بھائیوں کو اسلام کی دعوت بڑی محبت اور اپنائیت کے ساتھ دینی چاہئے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا

:«أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ، أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟» قَالُوا: نَعَمْ، مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا""اے لوگو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے کیا تم میری اس بات کو تسلیم کروگے ؟سب نے یہ کہا کہ "ہم نے آپ پر سچائی کا ہی تجربہ کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:«فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ»"بے شک میں تمہیں آنے والے آگے کے عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔اس پر ابولہب نے کہا""تَبًّا لَكَ سَائِرَ اليَوْمِ، أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟""اے محمد! آج سارا دن تیرے لئے تباہی ہو۔کیا اس کام کے لئے تو نے ہمیں جمع کیا؟"اس پر اللہ تعالی نے سورۃ اللھب نازل فرمادیا:

"تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (1 (مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (2) سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (3) وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (4) فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ(5) "

ترجمہ:"ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ(خود) ہلاک ہو گیا [1] نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی [2] وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا [3] اور اس کی بیوی بھی (جائے گی،)جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے [4] اس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہوگی (سورۃ اللھب:5-1 / 111)

(الراوی:عبداللہ بن عباس المصدر: صحیح البخاری رقم الحدیث:4770)

اس اعلان کے بعد کفارِ قریش کی سختیاں تیز ہو گئیں اور وہ آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے ستانے لگے۔

پانچواں پوئنٹ:پہلی مرتبہ مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت:

جب کفارِ مکہ مسلمانوں کو ستانے لگے تو آپ ﷺ نے انہیں اتھوپیا(جس کا پرانا نام حبشہ تھا) کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہاں کا بادشاہ منصف اور رحم دل تھا۔لہذا آپ ﷺ کے حکم

پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بارہ مرد اور چار عورتیں اتھوپیا چلے گئے۔ جب کفارِ مکہ کو اس بات کو علم ہوا تو وہ ان کی تلاش میں نکلے لیکن وہ انہیں نہیں مل سکے۔

مشرکین کا سجدہ کرنا:

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مسجدِ حرام میں تشریف لائے اس وقت کفارِ قریش بھی وہاں موجود تھے آپ ﷺ سورۃ النجم کی تلاوت کرنے لگے کفارِ مکہ آپ کی تلاوت سننے میں محو ہوگئے یہاں تک جب آپ ﷺ آخری آیت "فاسجدوا للہ اعبدوا" کو پہنچے تو آپ ﷺ کے ساتھ کفارِ مکہ نے بھی سجدہ کیا۔ جب یہ خبر کچھ الگ طریقہ سے حبشہ میں موجود مسلمانوں تک پہنچی کہ کفارِ مکہ مسلمان ہوچکے ہیں تو وہ لوگ یہ سن کر مکہ واپس آگئے جب مکہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ کفارِ مکہ اپنی پرانی روش پر قائم ہیں۔ تو کچھ لوگ وہیں سے واپس ہوگئے اور کچھ چھپ کر دوسروں کی پناہ لے کر مکہ آئے۔

ایک من گھڑت واقعہ:

اس تعلق سے ایک جھوٹا اور من گھڑت واقعہ مشہور ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دین کے معاملہ میں مشرکین سے تھوڑی مفاہمت کرلی ہے۔ اور لات وعزی کی تعریف بیان کی ہے۔ یہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں آئی سب رویات من گھڑت ہیں۔ اور علامہ البانیؒ نے بھی کہا یہ صحیح نہیں ہے شیخ البانی نے کتاب لکھی (نصب المجانيق في نسف قصة الغرانيق)

چھٹا پوائنٹ: دوسری مرتبہ حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت:

جب کفارِ مکہ کی تکالیف اور زیادتیاں بڑھیں تو آپ ﷺ دوبارہ مسلمانوں کو اتھوپیا کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا اس بار بیاسی 82 یا تراسی 83 مرد اور اٹھارہ 18 عورتوں نے اتھوپیا کی طرف ہجرت کیا۔

مسلمانوں کی واپسی کے لئے کفارِ مکہ کی چالبازی

کفارِ قریش کو جب یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ایک قافلہ دوبارہ اتھوپیا کی طرف ہجرت کیا ہے تو انہوں نے مسلمانوں کو واپس لانے کے لئے دو ہوشیار آدمیوں یعنی عمرو بن عاص اور عبد اللہ بن ربیعہ کو اتھوپیا روانہ کیا۔ یہ تحفے تحائف لے کر نجاشی کے دربار پہنچے اور کہنے لگے ۔ بادشاہ سلامت ہمارے کچھ نواجوان بھاگ کر آپ کے ملک میں آئے ہیں ان لوگوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑا ہے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں انہوں نے اپنا ایک نیا دین ایجاد کرلیا ہے جسے ہم نہیں جانتے ہیں۔ ہمارے اشراف اور بزرگوں نے ہمیں یہاں بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں واپس مکہ بھیج دیں ۔لیکن نجاشی انصاف پسند بادشاہ تھا اس نے سمجھا کہ دونوں فریقوں کی بات سننا مناسب ہے اس نے مسلمانوں کو اپنے دربار بلا بھیجا اور ان سے حقیقتِ حال دریافت کیا تو حضرت جعفر بن ابو طالب نے ایک زبردست تقریر کی اور سورۃ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائی تو بادشاہ اور اس کے درباری بہت متاثر ہوئے اور زار و قطار رونے لگے ۔کیونکہ مریم علیہ السلام کے بارے میں اتنا اچھا عزت افزا تعارف بائبل کے اندر بھی نہیں ہے اس کے بعد نجاشی نے کہا یہ کلام اور وہ کلام جسے عیسی علیہ السلام لے کر آئے تھے دونوں ایک ہی طاقِ شمع سے نکلے ہوئے ہیں۔

اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ ہم میدان دعوت میں قرآن مجید کی آیتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اس میں وہ طاقت ہے جس سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے ہیں

اس کے بعد نجاشی نے قریش کے نمائندوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ دوسرے دن عمرو بن عاص پھر نجاشی کے دربار میں آکر کہا کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑی خطرناک بات کہتے ہیں پھر نجاشی مسلمانوں کو طلب کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول اسکا کلمہ اور روح ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم علیھا السلام کی طرف القاء کیا تھا۔ اس کے بعد نجاشی زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ اللہ کی قسم جو کچھ تم نے کہا اس سے عیسیٰ علیہ السلام تنکے کے برابر بھی بڑھ کر نہیں ہیں۔ جاؤ تم سب میرے ملک میں امن وامان سے رہو اگر کوئی تمہیں گالی دے گا یاستائے گا اس پر تاوان لگایا جائے گا۔ پھر حکم دیا کہ قریش کے نمائندوں کے تحفے تحائف واپس کئے جائیں چنانچہ یہ لوگ بڑی مایوسی کے ساتھ واپس مکہ لوٹ گئے۔

ساتواں پوائنٹ: حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت عمر رضی اللہ عنھما کا قبولِ اسلام:

حضرت حمزہ کا قبولِ اسلام کا واقعہ:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جذبات میں دفاع کرتے تھے لیکن اللہ تعالی ان کے دل کو اسلام پر جمادیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام کا واقعہ:

حضرت عمر رضی اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے تلوار لے کر گھر سے نکلے، راستے میں ایک آدمی ملا اور اس نے پوچھا عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں محمد کو قتل کرنے جارہا ہوں، اس نے کہا تم پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہارے بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں، حضرت عمر بہن کے گھر گئے جہاں حضرت خباب بن ارت سورۃ طٰہ کی تعلیم دے رہے تھے، حضرت عمر کی آواز سن کر چھپ گئے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے بہن اور بہنوئی کو خوب مارا، بہن نے جوشِ غضب میں کہا کہ جس دین کو ہم مان رہے ہیں وہ حق ہے اس کے بعد انہوں نے کلمہ پڑھا اس پر حضرت عمر کو شرمندگی ہوئی اور کہا کہ مجھے بھی وہ کتاب دو، بہن نے کہا تم ناپاک ہو غسل کر کے آؤ۔ حضرت عمر نے غسل کیا اور سورۃ طٰہ کی تلاوت فرمائی، حضرت خباب بن ارت باہر آئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کی رات دعا کی تھی کہ اے اللہ تو عمر بن خطاب یا ابوجہل میں سے جو تیرا محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو قوت پہنچا۔ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی اس دعا کو قبول فرمایا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے ہاتھ اسلام قبول کیا اس وقت آپ ﷺ دارِ ارقم تھے۔

مذکورہ دونوں واقعات کی حقیقت:

ان دونوں واقعات کو امام طبرانی، امام بزار، امام ابونعیم، امام دار القطنی، امام ابن سعد اور امام ابن اسحاق اپنی کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا صحیح واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بت کدے میں لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شاعر آیا اور اپنے اشعار سنانے لگا، حضرت عمر کو اس کے اشعار بہت پسند آئے لیکن اس شاعر نے جب کعبۃ اللہ میں قرآن کی چند آیات کو سنا، تو اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ محمد ﷺ کا کلام سچا ہے، یہ بات آپ کے دل میں بیٹھ، آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل کو اسلام کی طرف پھیر دیا اور آپ مسلمان ہو گئے۔

آٹھواں پوائنٹ: آپ ﷺ کا آپ کے خاندان والوں اور مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ:

جب کفارِ مکہ نے دیکھا کہ لوگ دھیرے دھیرے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور اس کام میں بنو ہاشم ان کا مکمل ساتھ دے رہے ہیں تو انہوں نے آپ ﷺ کا، آپ کے خاندان والوں

کا سوائے ابولہب کے اور مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا اور اس کو ایک صحیفہ میں لکھ کر کعبۃ اللہ کے پاس لٹکا دیا، اس بائیکاٹ کی وجہ سے آپ ﷺ کو آپکے خاندان والوں کو اور مسلمانوں کو کافی تکلیفیں جھیلنی پڑیں، بھوک کی وجہ سے بچے روتے اور بلکتے تھے اور ان کی آوازیں باہر سنائی دیتی تھیں اور کچھ لوگ اپنی بھوک مٹانے کے لئے درختوں کے پتے اور جانوروں کے چمڑے کھاتے تھے آخر کار اللہ تعالی نے پانچ اشراف قریش کے دلوں میں اس بائیکاٹ کے خلاف نفرت ڈال دی اور دیمک کے ذریعہ صحیفہ میں ظلم و ستم اور قرابت شکن باتوں کو ختم کر دیا۔

جب سارے لوگ اس صحیفہ کے پاس آئے اور دیکھا کہ واقعی دیمک اسے چاٹ چکی تھی اس طرح یہ بائیکاٹ تین سال بعد ختم ہوا۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی راہ میں کبھی کبھی کانٹے بھی آئیں گے لیکن ہمیں وہاں صبر سے کام لینا پڑے گا۔

یہ شہادت گہہ الفت قدم رکھنا ہے　　　لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

نواں پوائنٹ: غم کا سال:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کی وفات:

ابو طالب کی وفات کا زخم سوکھا بھی نہیں تھا کہ دو یا تین ماہ بعد آپ ﷺ کی پیاری اور چہیتی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ یہ دونوں صدمے آپ ﷺ کے دل پر بڑا گہرا اثر چھوڑے، اس کے بعد آپ ﷺ اتنے غم میں ڈوب گئے کہ اس سال کا نام ہی بعض مؤرخین نے "عام الحزن" (غم کا سال) رکھا گیا لیکن محمد ﷺ نے یہ نام نہیں رکھا

ابو طالب کی وفات:

ابو طالب نے ہمیشہ اور ہر قدم آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ وہ آپ کے دست وبازو تھے۔ آپ ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کے چچا کسی طرح دائرہ اسلام داخل ہو جائیں، اسی لئے انتقال کے وقت انہیں مسلمان بنانے کے لئے آپ ﷺ تڑپ گئے اور بار بار کہا کہ آپ ایک بار کلمہ پڑھ لیں میں اللہ کے سامنے آپ کی سفارش کروں گا جیسا کہ حضرت مسیب بن حزن فرماتے ہیں:

"لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الوَفَاةُ، جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ المُغِيرَةِ، فَقَالَ: " أَيْ عَمِّ قُلْ: لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ " فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ المُطَّلِبِ؟ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ [ص:113]، وَيُعِيدَانِهِ بِتِلْكَ المَقَالَةِ، حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ: عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ المُطَّلِبِ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ: لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَاللَّهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ» فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ} [التوبة: 113] وَأَنْزَلَ اللَّهُ فِي أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {إِنَّكَ لا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ} [القصص: 56]"

ترجمہ:"ابو طالب جب قریب المرگ تھے تو آپ ﷺ ابو طالب کے پاس آئے اور آپ کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ تھے۔ آپ ﷺ نے کہا اے میرے چچا جان ایک بار کلمہ پڑھ لیں میں آپ کے لئے اللہ تعالی سے لڑوں گا۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا اے ابو طالب کیا تم مرتے وقت اپنے باپ داد کے دین کو چھوڑو گے ؟ اللہ کے رسول ﷺ نے بار بار کہا کہ کلمہ پڑھ لیں لیکن ابو طالب نے آخر میں کہا کہ میں عبد المطلب کے دین پر مرنا چاہتا ہوں اور کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا میں آپ کے حق میں استغفار کر تا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے روکا نہ جائے پھر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی "نبی کریم ﷺ اور مومنوں کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ مشر کین کے حق میں استغفار کریں اور ابو طالب کے بارے میں یہ آیت نازل

ہوئی اور آپ ﷺ کو کہا گیا کہ "آپ جسے چاہے ہدایت نہیں دے سکتے اللہ تعالی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"

(الراوی: المسیب بن حزن المحدث: البخاری المصدر: صحیح البخاری رقم الحدیث: 4772)

ابو طالب نے اللہ کے رسول ﷺ اور اسلام کا بہت ساتھ دیا تھا اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو طالب کو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ، وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ»

ترجمہ: "جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو دیا جائے اور انہیں آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے۔ جس سے ان کا دماغ کھول رہا ہو گا۔"

(الراوی: عبد اللہ بن عباس المصدر: صحیح مسلم رقم الحدیث: 212)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آخر میں ابو طالب نے کلمہ پڑھ لیا تھا لیکن اس تعلق سے کوئی مستند روایت نہیں ہے۔

دسواں پوئنٹ: طائف کا سفر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں سے مایوس ہو کر طائف کا قصد کیا تا کہ وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور وہاں کے کچھ اوباشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا اور ان اوباشوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے پتھر مارے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لہولہان ہو گئے اور آپ صلی اللہ وسلم کے جسم مبارک سے خون بہنے لگا۔ نبی کریم ﷺ جب طائف سے واپس جا رہے تو

پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ ﷺ کی حالت دیکھی نہیں گئی وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ اگر آپ چاہیں تو میں ان طائف والوں کو اخشبین یعنی دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گی اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرے گی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ ؟ قَالَ : " لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ، فَنَادَانِي فَقَالَ : إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ. فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ. فَقَالَ : ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ ". فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ".

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے زیادہ سخت گزرا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے مجھے بہت زیادہ تکلیف دی ہے لیکن ان میں عقبہ کا دن مجھ پر بہت زیادہ سخت تھا۔ یہ وہ موقعہ تھا جب میں نے طائف کے سردار کنانہ بن عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس گیا لیکن وہ میری بات کو نہیں مانا میں وہاں سے مایوس ہو کر قرن الثعالب پہنچا تو وہاں مجھے کچھ ہوش آیا اور میں سر اٹھا کر دیکھا تو بادل کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے تھا جس میں جبرئیل علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا ہے اور جو انہوں

نے رد کیا وہ بھی سن چکا ہے آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے آپ انکے بارے میں اسے جو چاہیں حکم دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی، سلام کیا اور کہا اے محمد ﷺ اگر آپ چاہیں تو میں ان طائف والوں کو اخشبین یعنی دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گی اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرے گی۔

(الراوی: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا المصدر: صحیح البخاری رقم الحدیث: 3231)

طائف سے واپسی اور جنات کا قبول اسلام:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مکہ واپس ہو رہے تھے وادءِ نخلہ میں آپ کا چند دن قیام رہا اس دوران اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنوں کی ایک جماعت بھیجی جس کا ذکر قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے ایک سورہ احقاف میں دوسرا سورہَ جن میں:

سورہَ احقاف کی آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

"وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ (29) قَالُوا يَاقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ (30) يَاقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (31) "

ترجمہ: "اور جب کہ ہم نے آپ کی طرف جنوں کے ایک گروہ کو پھیرا کہ وہ قرآن سنیں تو جب وہ تلاوتِ قرآن کی جگہ پہنچے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ چپ ہو جاؤ، پھر جب اس کی تلاوت پوری کی جاچکی تو وہ اپنی قوم کی طرف عذابِ الٰہی سے ڈرانے والے بن کر پلٹے، انہوں نے کہا: اے

ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسی علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے، اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے، حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اے ہماری قوم! اللہ کے داعی کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تعالی تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچائے گا۔" (سورۂ جن:29-31) اور یہی باتیں سورۂ جن میں اللہ تعالی نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے آیت نمبر ایک سے پندرہ تک ملاحظہ فرمائیں۔

علمائے کرام لکھتے ہیں کہ جنوں کی آمد اور اقبولِ اسلام کا واقعہ در حقیقت یہ اللہ کی جانب سے دوسری مدد تھی جس سے وہ غم و الم اور حزن و مایوسی کے وہ سارے بادل چھٹ گئے جو طائف سے نکلتے وقت گالیاں اور تالیاں اور پتھر کھانے کی وجہ سے آپ پر چھائے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سے عزم مصمم فرمالیا کہ اب مکہ پلٹنا ہے اور نئے سرے سے دعوتِ اسلام اور تبلیغ رسالت کے کام میں چستی اور گرمجوشی کے ساتھ لگ جانا ہے۔ (الرحیق المختوم، صفحہ:204-206)

گیارہواں پوائنٹ: اسراء اور معراج کا جسم اور روح کے ساتھ ہوا نہ کہ خواب میں

"اسراء" کا مطلب: اسراء کا مطلب ہے نبی کریم ﷺ کا رات کے کچھ حصہ میں مکہ سے بیت المقدس کو جانا۔

"معراج" کا مطلب: معراج کا مطلب ہے نبی کریم ﷺ کا رات کے کچھ حصہ میں بیت المقدس سے آسمان کی طرف جانا اور ساتوں آسمانوں کی سیر کرنا۔

اسراء اور معراج کا تفصیلی واقعہ:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں محسن؛ حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تو کفارِ قریش آپ کو بہت ستانے لگے، آپ ﷺ کو اب ہر چھوٹی

تکلیف بھی بڑی لگنے لگی تو اللہ تعالی نے آپ کے دل کو ڈھارس باندھنے کے لئے اپنے ہاں بلایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے کہ:

"فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي، فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ: لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا جِبْرِيلُ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ مَعِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ، وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ لِجِبْرِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ اليَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الجَنَّةِ، وَالأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَقَالَ لِخَازِنِهَا: افْتَحْ، فَقَالَ لَهُ خَازِنِهَا مِثْلَ مَا قَالَ الأَوَّلُ: فَفَتَحَ، - قَالَ أَنَسٌ: فَذَكَرَ أَنَّهُ [ص:79] وَجَدَ فِي السَّمَوَاتِ آدَمَ، وَإِدْرِيسَ، وَمُوسَى، وَعِيسَى، وَإِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قَالَ أَنَسٌ - فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِدْرِيسَ قَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مُوسَى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا عِيسَى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَأَبَا حَبَّةَ الأَنْصَارِيَّ، كَانَا يَقُولاَنِ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الأَقْلاَمِ»، قَالَ ابْنُ حَزْمٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَفَرَضَ اللَّهُ

عَزَّ وَجَلَّ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلاَةً، فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ، حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى، فَقَالَ: مَا فَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فَرَضَ خَمْسِينَ صَلاَةً، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لاَ تُطِيقُ ذَلِكَ، فَرَاجَعْتُ، فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى، قُلْتُ: وَضَعَ شَطْرَهَا، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لاَ تُطِيقُ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لاَ تُطِيقُ ذَلِكَ، فَرَاجَعْتُهُ، فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ، وَهِيَ خَمْسُونَ، لاَ يُبَدَّلُ القَوْلُ لَدَيَّ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَقُلْتُ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي، حَتَّى انْتَهَى بِي إِلَى سِدْرَةِ المُنْتَهَى، وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لاَ أَدْرِي مَا هِيَ؟ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا المِسْكُ "

ترجمہ:" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : ایک مرتبہ میں مکۃ المکرمۃ میں آرام کر رہا تھا تو گھر کی چھت پھٹ پڑی ،جبرئیل علیہ السلام اترے اور میرا سینہ چاک کیا،(آج کے دور میں یہ بات سمجھنا مشکل نہیں کیونکہ آج بڑے بڑے دل کے آپریشن بڑی آسانی کے ساتھ ہورہے ہیں)، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، ایک سونے کا طشت لائے جو ایمان اور حکمت کی باتوں سے بھرا ہوا تھااور اس کو میرے سینے میں رکھ کراسے جوڑ دیا. پھر جبرئیل براق کے ذریعہ مجھے بیت المقدس لے گئے۔ براق یہ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا جانور ہے اور اس کی ایک چھلانگ انسان کے نگاہ کی آخری حد تک ہوتی ہے۔ بہرکیف آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں بیت المقدس جاتے ہیں اور جہاں دیگر انبیاء اپنی سواریاں باندھتے تھے وہیں براق کو بھی باندھ دیتے ہیں ،پھر مسجد اقصی میں داخل ہوکر دورکعت پڑھی اور اسمیں انبیاء کی امامت فرمائی۔ پھر آپ ﷺ کے پاس تین برتن لائے جاتے ہیں ایک میں شراب دوسرے میں دودھ اور تیسرے میں شہد ہوتا ہے آپ ﷺ دودھ کو پسند فرماتے ہیں اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فطرت پائی آپ نے اور آپ کی امت کی ہدایت نصیب ہوئی اگر آپ شراب کو پسند فرماتے تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی۔

اس کے بعد آپ کو بیت المقدس سے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے،جب وہ پہلے آسمان پر پہنچے تو جبرئیل نے کہا کہ دروازہ کھولو آسمان کے داروغہ نے پوچھا آپ کون ہیں ؟(اس سے معلوم ہوا کہ آسمان ک دروازے ہیں اور غیب کا علم فرشتوں کو بھی نہیں ہے)جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں ، پھر اس نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے ؟جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں پھر اس نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ کو انہیں لانے کے لئے بھیجا گیا تھا؟جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں پھر اس کے بعد فرشتے نے مرحبا کہا اور آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور ہم اس میں چڑھ گئے۔

پہلے آسمان پر ایک آدمی سے ملاقات ہوتی ہے آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کے دائیں جانب کئی بڑے خوبصورت چہرے تھے جب وہ انہیں دیکھتے ہیں تو مسکراتے ہیں۔ اور ان کے بائیں جانب کئی کالے بدصورت تھے انہیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں ۔آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں ؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں ان کے دائیں جانب اہل جنت کی روحیں ہیں اور ان کے بائیں جانب اہلِ جہنم کی روحیں ہیں۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کو دوسرے آسمان پر لے جاتے ہیں اور یہاں وہی سوالات وجوابات ہوتے ہیں جو پہلے آسمان پر ہوئے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دروازے کھلواتے ہیں۔اور یہاں پر نبی اکرم ﷺ کی ملاقات دوخالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے ہوتی ہے۔ آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کو تیسرے آسمان پر لے جاتے ہیں اور یہاں وہی سوالات وجوابات ہوتے ہیں جو پہلے ہوئے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دروازے

کھلواتے ہیں اور یہاں حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کو چوتھے آسمان پر لے جاتے ہیں اور یہاں وہی سوالات وجوابات ہوتے ہیں جو پہلے ہوئے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دروازے کھلواتے ہیں اور یہاں حضرت ادریس علیہ الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہوتی ہے آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کو پانچویں آسمان پر لے جاتے ہیں اور یہاں وہی سوالات وجوابات ہوتے ہیں جو پہلے ہوئے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دروازے کھلواتے ہیں اور یہاں حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کو چھٹے آسمان پر لے جاتے ہیں اور یہاں وہی سوالات وجوابات ہوتے ہیں جو پہلے ہوئے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دروازے کھلواتے ہوتے ہیں اور یہاں حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہوتی ہے آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا مرحبا کہ اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ جب آپ وہاں سے آگے بڑھے تو موسی علیہ السلام رونے لگے جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا لیکن میری امت سے زیادہ اس کی امت کے افراد جنت میں داخل ہوں گے ۔اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کو ساتویں آسمان پر لے جاتے ہیں اور یہاں وہی سوالات وجوابات ہوتے ہیں جو پہلے ہوئے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دروازے کھلواتے ہیں اور یہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ آپ نے انہیں سلام

کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ وہ اپنی پیٹھ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔

بیت المعمور کیا ہے؟:

بیت المعمور اللہ تعالیٰ ایک گھر ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ جس طرح کعبۃ اللہ کے اطراف انسان اور جنات طواف کرتے ہیں اسی طرح روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ جو ایک مرتبہ طواف کرتے ہیں دوبارہ انہیں طواف کرنے کا موقعہ نہیں ملتا ہے۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے سوال کرنے پر کہا:

"هَذَا البَيْتُ المَعْمُورُ يُصَلِّي فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا لَمْ يَعُودُوا إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ"

ترجمہ: "یہ بیت المعمور ہے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اگر کوئی ایک مرتبہ اس سے نکل گیا تو دوبارہ اس کی باری نہیں آتی۔" (صحیح بخاری:3207)

اللہ تعالی نے سورۃ الطور میں بیت المعمور کی قسم کھائی ہے:

"وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ"

ترجمہ: "قسم ہے آباد گھر کی" (سورۃ الطور:52/4)

پھر آپ ﷺ کو وہاں سے "سدرۃ المنتھی" تک لے جایا جاتا ہے یعنی بیری کا درخت۔ جس کے پتے ہاتھی کے کان اور پھل مٹکے اور ڈرم کے برابر تھے اور اس پر سونے کے پتنگے بیٹھ کر اللہ کی حمد وثنا بیان کر رہے تھے۔

پھر اس کے بعد تھوڑا آگے بڑھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام رک جاتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ سے کہتے ہیں کہ میری حد یہیں تک تھی آپ آگے بڑھیے آپ ﷺ آگے بڑھتے ہیں۔

(اس سے ہمیں آپ ﷺ کے مقام و مرتبے کا علم ہوتا ہے۔ لیکن یہاں پر کچھ لوگ من گھڑت اور جھوٹے قصے گھڑ کر کہتے ہیں کہ یہاں پر اللہ تعالی اور نبی کریم ﷺ ایک ہوگئے جو کہ بالکل غلط اور اللہ کے شان میں بہت بڑی گستاخی ہے کیونکہ اگر اللہ اور نبی ﷺ ایک ہوتے تو آپ ﷺ کو اپنے پاس بلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی)۔

بارہواں پوائنٹ: مدینہ میں اسلام کی کرن:

سن ۱۱ نبوت کو یثرب سے کچھ لوگ حج کرنے کے لئے مکہ آئے تھے انہوں نے آخری نبی کے بارے میں یہودیوں سے بہت کچھ سنا تھا اور یہ لوگ منی کی گھاٹی میں بیٹھ کر آخری نبی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کا گزر ان کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں اسلام کا تعارف کروایا قرآن کی تلاوت اور ایک اللہ کی دعوت دی تو وہ آئندہ سال آپ سے ملاقات کا وعدہ کر کے چلے گئے۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ: سن ۱۲ نبوت کو وعدہ کے مطابق مدینہ کے بارہ آدمیوں کا ایک قافلہ مکہ آیا ؛ان میں دس خزرج اور دو اوس کے لوگ تھے انہوں نے آپ ﷺ سے منی کی گھاٹی میں ملاقات کی آپ ﷺ نے انہیں اسلام کا تعارف کروایا اور شرک کرنے اور گناہ نہ کرنے پر بیعت لی سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور واپسی کے وقت آپ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ انہیں اسلام سکھائیں۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ: سن ۱۳ نبوت کو تہتر آدمی باسٹھ خزرج اور گیارہ اوس سے اور دو عورتیں مکہ آئیں ان لوگوں نے رات کے ایک حصہ میں آپ ﷺ سے ملاقات کی آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عباس نے ان لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہاں سے لے جانا گویا سارے عرب سے دشمنی مول لینا ہے جو قدم تم اٹھا رہے ہو سوچ سمجھ کر اٹھاؤ اگر تم

رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کر سکتے ہو تو انہیں یہاں سے لے جاؤ ورنہ وہ اپنے شہر میں محفوظ و مامون ہیں۔اس پر اہل یثرب نے کہا ہم آپ ﷺ کی حفاظت کرنے کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے ۔اسکے بعد آپ نے ان سے شرک اور گناہ نہ کرنے اور ہر حال میں آپ ﷺ کا ساتھ دینے پر بیعت لیا۔سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کیا اور بیعت مکمل ہونے کے بعد آپ انکے لئے بارہ نگراں مقرر کئے۔بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد عام مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا۔

تیرہواں پوائنٹ: آپ ﷺ کی قتل کی سازش:

کفارِ مکہ نے مسلمانوں کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کو اپنے لئے خطرہ محسوس کیا تو وہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا پلان بنانے کے لئے دارالندوہ میں جمع ہو گئے۔اس میں سے کسی نے کہا کہ آپ ﷺ کو شہر بدر کیا جائے، کسی نے کہا کہ آپ کو قید کیا جائے لیکن ان دونوں مشوروں کو رد کیا گیا اس کے بعد ابو جہل نے کہا کہ ہم محمد ﷺ کو قتل کرنے ہر قبیلے سے ایک مضبوط نوجوانوں کا انتخاب کریں گے اور یہ سب یکبار گی اس پر حملہ کریں گے جس سے خون سارے قبیلوں میں تقسیم ہو جائے گا اور آپ ﷺ کے خاندان والے ہر ایک سے جنگ نہیں کر پائیں گے اور دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے ۔لوگوں نے اس مشورے کو پسند کیا اور اسی پر محفل ختم ہوئی۔

چودہواں پوائنٹ: آپ ﷺ کا مدینہ کی طرف ہجرت:

اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے آپ کو قریش کی سازش کی اطلاع دے دی ۔آپ ﷺ نے اللہ تعالی کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی بتایا کہ انہیں بھی ان کے ساتھ نکلنا ہے انہوں نے دو سواریوں کا انتظام کیا اور راستہ دکھانے کے لئے اجرت پر عبد اللہ بن اریقط کا انتخاب کیا جو راستوں کا ماہر تھا۔جس

رات اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کر رہے تھے اسی رات کفارِ مکہ کے نوجوان آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آپ کے گھر کے اطرف تلواروں سے لیس ہو کر گھات لگائے بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے مکہ والوں کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے انہیں اپنے بستر پر لٹا کر ان کے درمیان سے نکل گئے، آپ حضرت ابو بکر کے گھر گئے اور وہاں سے دونوں غار ثور پہنچے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ بڑے امانت دار تھے مکہ والے آپ ﷺ کے دشمن ہونے کے باوجود اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ امانتیں واپس کر کے تین دن بعد مدینہ آ گئے۔

اور ادھر کفارِ مکہ آپ کے انتظار میں گھر کے باہر کھڑے ہوئے تھے جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کے بستر پر حضرت علی کو پایا۔ وہ غصے سے سیخ پا ہو گئے۔ اس کے بعد کفار مکہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی محمد ﷺ اور اس کے ساتھی کو پکڑ کر لائے گا اسے انعام میں سو اونٹ دیئے جائیں گے۔

غار میں تین رات کا قیام:

اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں تین دن ٹھہرے رہے۔

غار میں تین رات قیام کے تعلق سے کچھ من گھڑت باتیں:

آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غارِ ثور میں تین رات قیام کے تعلق سے عوام میں بہت سی من گھڑت باتیں زباں زد خاص و عام ہیں جیسے: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار میں داخل ہو کر اسے صاف کیا اور جتنے سوراخ تھے ایک کپڑے سے انہیں بند کیا، کپڑا ختم ہونے کی وجہ سے ایک یا دو سوراخ باقی رہ گئے تھے حضرت ابو بکر نے اس پر اپنا پیر رکھ دیا اور اللہ کے رسول ﷺ کو اندر بلوایا آپ ﷺ اندر داخل ہو کر حضرت ابو بکر کی گود میں سو گئے۔ جس سوراخ پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیر رکھا تھا اسی سے کسی چیز نے انہیں کاٹ لیا جس سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کافی تکلیف ہوئی لیکن آپ ﷺ کی نیند کے خیال سے تکلیف برداشت کر گئے اور جب درد حد سے

زیادہ بڑھ گئی گیا تو آپ کے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ ﷺ پر گرے جس سے آپ ﷺ بیدار ہوئے اور ابو بکر پوچھا کیا ہوا؟ حضرت ابو بکر نے ماجرا سنایا تو آپ ﷺ نے اپنا لعابِ دہن لگایا جس سے وہ درد جاتا رہا۔ اسی طرح کبوتر کا غار میں آکر گھونسلا بنانا اور اس میں انڈے دینا۔ اور غار پر مکڑی کا جال بچھانا وغیرہ۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ساری من گھڑت روایتیں ہیں ۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اور آپ سب کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کو پڑھنے اور قرآن و صحیح حدیث کو صحابہ کے طریقے پر سمجھنے اور عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیرت النبی ﷺ (حصہ سوم)

عناصرِ خطبہ

تمہید

مکہ سے آپ ﷺ کی جدائی

مدینہ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت

قباء میں آپ ﷺ کی آمد

مدینہ میں آپ ﷺ کا داخلہ

ہجرت کا پہلا سال

مسجد نبوی کی تعمیر

اذان کی مشروعیت

حضر میں پنج وقتہ نماز دو، تین اور چار رکعت کی گئی

عبد اللہ بن سلام کا قبولِ اسلام

انصار و مہاجرین کے مابین مواخات

سرایا اور غزوات کی تیاری

ہجرت کا دوسرا سال

غزوہ بدر کبری

غزوہ بدر کے تعلق سے دو ضعیف واقعات

پہلا واقعہ: بدر میں پڑاؤ

دوسرا واقعہ: عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ

بنو قینقاع کی جلاوطنی

بنو قینقاع کا ایک ضعیف واقعہ

غزوۃ سویق

سن دو ہجری مزید کچھ کام

ہجرت کا تیسرا سال

غزوۃ احد

سن تین ہجری کے مزید کچھ کام

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے ایک ضعیف روایت

ہجرت کا چوتھا سال

بنو نضیر کی جلاوطنی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش

ہجرت کا پانچواں سال

غزوۃ احزاب

ایک غیر مستند اور ضعیف واقعہ

بنو قریظہ کا خاتمہ

واقعۂ افک

واقعۂ افک سے ماخوذ ایک مسئلہ

ہجرت کا چھٹا سال

صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان

بادشاہ وامراء کے نام خطوط

ہجرت کا ساتواں سال

غزوۂ خیبر

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہودیہ کا زہریلا گوشت کھلانا

ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب اور ام المومنین ماریہ رضی اللہ عنھا کی شادی

غزوۃ ذات الرقاع

آیۃ التیمم کا نزول اور آپ کا عمرۂ قضاء

ہجرت کا آٹھواں سال

جنگِ موتہ

فتحِ مکہ

غزوۃ حنین

غزوۃ طائف

ہجرت کا نواں سال

غزوۃ تبوک

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حج اور سورۃ التوبۃ کی ابتدائی آیتوں کا نزول اور حج کی فرضیت

ہجرت کا دسواں سال

حجۃ الوداع

آپ ﷺ بیس دن کا اعتکاف، رمضان میں دو مرتبہ جبرئیل کو قرآن سنانا اور سورۃ النصر کا نزول

گیارہواں سال

آپ ﷺ کا مرض

آپ ﷺ کی وفات

تمہید

زیر نظر تحریر دراصل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دیے گئے خطبات کا تیسرا حصہ ہے جسے راقم سطور قارئین کے سامنے "سیرت النبی ﷺ کا تیسرا حصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔۔

آپ ﷺ کی کل عمر:

شیخ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق آپ ﷺ نے کل 63 سال اور 4 دن کی عمر پائی۔ چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ نبی بنے، نبوت کے بعد 23 سال زندہ رہے، 13 سال مکے میں اور 10 سال مدینہ میں رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«بُعِثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعِينَ سَنَةً، فَمَكُثَ بِمَكَّةَ ثَلاَثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ، ثُمَّ أُمِرَ بِالهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِينَ، وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّينَ»

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنا کر مبعوث کیا بعثت کے بعد آپ تیرہ سال تک مکہ میں رہے پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا ہجرت کے بعد آپ دس سال تک زندہ رہے اور ترسٹھ سال کی عمر میں وفات پائے۔"

(الراوی:عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ المصدر: صحیح البخاری
رقم الحدیث:3902)

مکہ سے آپ ﷺ کی جدائی:

آپ ﷺ کو مکہ بہت عزیز اور محبوب تھا اسی لئے مکے سے ہجرت کے وقت آپ مکے سے کچھ ہی دور ایک مقام حزورہ کے پاس ٹھہرے، پلٹ کر مکے کی جانب دیکھا اور غمگین ہو کر کہا:

«وَاللَّهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ»

ترجمہ: "اللہ کی قسم تو اللہ کے نزدیک سب سے بہترین اور پسندیدہ زمین ہے اگر مجھے تجھ سے نہ نکالا جاتا تو میں نہیں نکلتا۔"

(الراوی: عبد اللہ بن عدی بن حمراء المصدر: سنن الترمذی رقم الحدیث: 3925
خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

مدینہ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت:

آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تین رات غارِ ثور میں قیام کیا، چوتھی رات جب عبد اللہ بن اریقط آگیا تو آپ مدینہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں دوسرے دن ام معبد کے گھر سے آپ کا گزر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے مہمان نوازی کی درخواست کی لیکن انہوں نے کہا کہ میری بکریاں چرنے کے لئے دور چلی گئیں اور کونے میں ایک بکری ہے جس کے تھن میں ایک قطرہ دودھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ اس سے اجازت لے کر اسی بکری سے برتن بھر دودھ دوہا، ام معبد اور اپنے ساتھیوں کو دودھ پلایا اور خود بھی خوب سیر ہو کر پیا اس کے بعد ایک اور برتن دودھ نکال کر ام معبد کے پاس رکھ کر اپنی منزل کی طرف نکل پڑے۔ کچھ دیر بعد اس کا شوہر آیا اور دودھ دیکھ کر تعجب کیا تو ام معبد ساری باتیں اس کو بتادیں۔ پھر جب آپ ﷺ ام معبد کے گھر سے جب کچھ آگے بڑھے تو وہاں سراقہ بن مالک جعشم سے آپ کی ملاقات ہوئی جو انعام کی لالچ میں آپ کا پیچھا کر رہا تھا جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا تو اس کے گھوڑے کے پیر زمین میں دھنس گئے آخر کار اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان مانگی آپ ﷺ نے انہیں امان دے دیا اور کہا کہ ہماری بات لوگوں سے چھپائے رکھنا چنانچہ جب بھی کوئی اسے راستے میں ملتا تو اس سے کہتا تم واپس چلے جاؤ میں یہاں آپ ﷺ کو ہر جگہ تلاش کیا لیکن یہاں مجھے کوئی نہیں ملا۔

قبا میں آپ ﷺ کی آمد:

آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سن ۱ ہجری ۸ ربیع الاول پیر کے دن مدینہ سے کچھ فاصلے پر قبانامی علاقے میں داخل ہوئے اور یہاں چار دن قیام کیا اور یہاں مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ جس میں دو رکعت نماز پڑھنا عمرہ کرنے کے برابر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ»

ترجمہ: "مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کرنے کے برابر ہے۔"

(الراوی: اسید بن ظہیر المصدر: سنن الترمذی رقم الحدیث: 324 خلاصۃ حکم الحدیث: صحیح)

پانچویں دن آپ مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے جب آپ قبیلہ بنو سالم کے پاس پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا تھا آپ نے یہیں لوگوں کے ساتھ جمعہ ادا کی، اور وہاں پر ایک مسجد بھی بنائی گئی جس کا نام مسجدِ جمعہ ہے۔

آپ ﷺ کا مدینہ میں داخلہ:

بنو سالم میں جمعہ کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کا رخ کیا، جب آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو لوگ آپ کے استقبال کے لئے امنڈ پڑے اور آپ ﷺ کی آمد پر ہر ایک کا چہرہ خوشی سے مسکرا رہا تھا اور ہر ایک آپ کی مہمان نوازی کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا میری اونٹنی کو چھوڑ دو وہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ آپ کی اونٹنی ایک مقام پر جا کر بیٹھ گئی، یہ وہی مقام ہے جہاں آج مسجدِ نبوی ہے، اور اس جگہ سے سب سے قریبی گھر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تھا، آپ نے آگے بڑھ کر اونٹنی کا کجاوہ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے آپ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔

مدینہ میں آپ ﷺ کے استقبال کے تعلق سے ایک ضعیف روایت:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو بچیوں نے یہ نشید پڑھ کر آپ ﷺ کا استقبال کیا:

"طلع البدر علينا	من ثنيات الوداع "
"وجب الشكر علينا	مادعا لله داع"
"أيها المبعوث فينا	جئت بالامر المطاع"

اس نشید کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نشید مجھے تلاشِ بسیار کے باوجود کسی بھی معتبر کتاب میں نہیں ملی۔ مغازی ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام اور نہ طبقات ابن سعد میں اس کا ذکر ہے۔

کسی نے کہا کہ اسکو جنگ بدر کے بعد پڑھا گیا، کسی نے کہا کہ اس کو جنگِ تبوک کے موقع پر پڑھا گیا کسی نے کہا کہ ہجرت کے موقع پر پڑھا گیا لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نشید کسی بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

ہجرت کا پہلا سال:

مسجد نبوی کی تعمیر:

آپ ﷺ مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے مسجدِ نبوی کی تعمیر میں مصروف ہوگئے اور اس کے لئے وہ جگہ خریدی گئی جہاں پر آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی وہ دو یتیم بچوں کی جگہ تھی۔ آپ نے مسجد کے متصل ہی دو حجرے بنائے۔ ایک سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنھا کے لئے اور ایک عائشہ رضی اللہ عنھا کے لئے۔

اذان کی مشروعیت:

سن ایک ہجری میں ہی اذان مشروع ہوئی اس سے پہلے نماز کے لئے الصلاۃ جامعۃ کی نداء لگائی جاتی تھی جسے سن کر سارے لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے تھے لیکن ایک مرتبہ عبداللہ بن زید بن عبد ربہ نے خواب میں اذان دیکھی اور سنی اور آپ ﷺ کو آکر بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سچا خواب ہے اور انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے کلمات بتائیں اور وہ با آزوازِ بلند اسے دہرائیں۔

حضر میں پنج وقتہ نماز دو، تین اور چار رکعت کی گئی:

ابتداء میں نماز سفر اور حضر میں دو دو رکعت تھی لیکن سن ایک ہجری میں حضر میں ظہر، عصر اور عشاء کی چار، مغرب کی تین اور فجر کی دو رکعت کی گئی۔ اور سفر کی نماز کو ایسے ہی باقی رکھا گیا سوائے مغرب کے اس میں تین رکعت ادا کرنا ہو گا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ أَرْبَعًا وَتُرِكَتْ صَلَاةُ السَّفَرِ عَلَى الْأُولَى.

ترجمہ:

عائشہؓ نے بیان کیا کہ (پہلے) نماز صرف دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی تو وہ فرض رکعات چار رکعات ہو گئیں۔ البتہ سفر کی حالت میں نماز اپنی حالت میں باقی رکھی گئی۔

(صحیح البخاري:350)

عبداللہ بن سلام کا قبولِ اسلام:

سن ایک ہجری میں عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہودیوں کے سردار تھے۔جب انہیں آپ کی آمد کا علم ہوا تو وہ آپ کے پاس چلے آئے اور آپ ﷺ سے کچھ سوالات کئے آپ ﷺ نے انہیں تسلی بخش جوابات دیئے تو وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلاَمٍ، بَلَغَهُ مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ فَأَتَاهُ يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ، فَقَالَ: إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلاَثٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ، مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟، وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الجَنَّةِ؟، وَمَا بَالُ الوَلَدِ يَنْزِعُ إِلَى أَبِيهِ أَوْ إِلَى أُمِّهِ؟، قَالَ: «أَخْبَرَنِي بِهِ جِبْرِيلُ آنِفًا» قَالَ ابْنُ سَلاَمٍ: ذَاكَ عَدُوُّ اليَهُودِ مِنَ المَلاَئِكَةِ، قَالَ: «أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِنَ المَشْرِقِ إِلَى المَغْرِبِ، وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ الحُوتِ، وَأَمَّا الوَلَدُ فَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ المَرْأَةِ نَزَعَ الوَلَدَ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ المَرْأَةِ مَاءَ الرَّجُلِ نَزَعَتِ الوَلَدَ» قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ [ص:70] يَا رَسُولَ اللَّهِ: إِنَّ اليَهُودَ قَوْمٌ بُهُتٌ فَاسْأَلْهُمْ عَنِّي، قَبْلَ أَنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلاَمِي، فَجَاءَتِ اليَهُودُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلاَمٍ فِيكُمْ؟» قَالُوا: خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا، وَأَفْضَلُنَا وَابْنُ أَفْضَلِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلاَمٍ» قَالُوا: أَعَاذَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ، «فَأَعَادَ عَلَيْهِمْ» ، فَقَالُوا: مِثْلَ ذَلِكَ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، قَالُوا: شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا، وَتَنَقَّصُوهُ، قَالَ: هَذَا كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللَّهِ"

ترجمہ:"عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جب آپ ﷺ کی مدینہ آنے کی اطلاع ملی تو وہ آپ کے پاس آئے اور چند سوالات کئے انہوں نے کہا کہ میں آپ سے تین سوالات پوچھوں گا جن کا علم نبی کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے۔قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہو گی؟ اہل جنت کو کھانے کے لئے سب سے پہلے کیا دیا جائے گا؟ اور بچہ کیوں کبھی باپ پر جاتا ہے اور کبھی ماں پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان سارے سوالات کے جوابات ابھی جبرئیل نے مجھے بتائے ہیں؟ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ یہ ملائکہ

میں سے یہودیوں کے دشمن ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ کا نکلنا جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی۔ اور اہل جنت کو کھانے میں سب سے پہلے مچھلی کے کلیجے کا بڑھا ہوا ٹکڑا دیا جائے گا۔ اور بچہ باپ پر تب جاتا ہے جب اس کا پانی اس کی عورت کے پانی پر غالب آجائے اور ماں پر تب جاتا ہے جب عورت کا پانی اس کے شوہر پر غالب آجائے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر انہوں نے کہا یارسول اللہ یہودی بہتان لگانے والے ہیں اسلئے اس سے پہلے کہ انہیں میرے اسلام کے بارے میں معلوم ہو جائے ان سے میرے بارے میں دریافت کیجئے۔ چنانچہ چند یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تم میں عبد اللہ بن سلام کون ہیں؟ وہ کہنے لگے وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ مسلمان ہو جائیں؟ وہ کہنے لگے اللہ انہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ دوسری مرتبہ آپ ﷺ نے یہی کہا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن سلام باہر آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اب وہ کہنے لگے وہ ہم میں سب سے بدترین آدمی ہیں اور بدترین آدمی کے بیٹے ہیں اور آپ کی برائی کرنے لگے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اسی چیز کا مجھے ڈر تھا۔"

(الراوی: انس بن مالک رضی اللہ عنہ المصدر: صحیح البخاری رقم الحدیث: 3938)

انصار اور مھاجرین کے مابین مؤاخات:

مہاجرین دین کی خاطر مکے میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آگئے تھے۔اور مدینہ میں انہیں مدد کی سخت ضرورت تھی آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین بھائی چارہ کروایا۔ان کے رشتے داروں کے بجائے انہیں کو وراثت کا حقدار قرار دیا لیکن بعد میں وراثت منسوخ ہو گئی اور مؤاخات باقی رہی۔

سرایا اور غزوات کی تیاری:

سریہ کا مطلب: وہ جنگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مقرر کردہ سپہ سالار کی سربراہی میں لڑی جائے / مسلمانوں کی وہ جماعت جس کے لیڈر آپ ﷺ کی جانب سے مقرر ہو اور وہ ان کی سربراہی میں جہاد کریں، اسے سریہ کہتے ہیں۔اور آپ ﷺ نے کل 73 سریے بھیجے۔

غزوہ کا مطلب: وہ جنگ جس میں خود آپ ﷺ بنفس نفیس شریک تھے اسے غزوہ کہتے ہیں ۔اور آپ نے کل 27 غزوں کی سربراہی کی۔

مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہوچکی تھی اور خود آپ ﷺ وہاں کے حاکم تھے۔اس طرح آپ ﷺ کو ایک طاقت مل چکی تھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کی طرف سے دفاع اور جوابی کاروائی کرنے کی اجازت دے دی تھی۔اس لئے آپ ﷺ نے چھوٹے فوجی دستے بنائے۔ تاکہ مسلمان محفوظ رہیں اور معاشرے میں امن وامان کی فضا قائم رہے۔آپ ﷺ نے پہلا سریہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں بھیجا جس کا نام سیف البحر ہے۔یہ لوگ بحر احمر کے ساحل تک گئے وہاں ابوجہل کے قافلے سے ان کا سامنا ہوا۔لیکن لڑائی نہیں ہوئی۔اس طرح آپ ﷺ نے اس کے علاوہ اور بھی مختلف سریے بھیجے۔

ہجرت کا دوسرا سال:

غزوہ بدر کبریٰ:

سن دو ہجری میں بہت ساری چھوٹی لڑائیاں لڑی گئیں لیکن جو بڑا غزوہ ہوا وہ "غزوۃ بدر الکبری" ہے جو سترہ رمضان کو پیش آیا اس میں مسلمان کل تین سو تیرہ 313 تھے اور مقابلے میں کفار مکہ 1000 تھے لیکن یہ مٹھی بھر جماعت کفار پر بھاری پڑ گئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کو اتار کر مسلمانوں کی مدد کی۔ اس جنگ میں کفار ومشرکین کو رسوا کن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے ستر لوگ مارے گئے اور ستر قیدی بنا لئے گئے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب بندہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں ڈٹ جاتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو اکیلا نہیں چھوڑتے بلکہ اپنی مدد سے اس کو کامیاب فرماتے ہیں۔

اس جنگ کی واپسی پر آپ ﷺ کی دختر حضرت رقیہ رضی اللہ عنھا کا انتقال ہو گیا جن کی تیمارداری کے لئے آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینے میں ہی ٹھہرایا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنھا سے کیا اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

غزوہ بدر کے تعلق سے دو ضعیف واقعات:

پہلا واقعہ: بدر میں پڑاؤ:

نبی اکرم ﷺ نے میدانِ بدر پہنچ کر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو حباب بن منذر نے پوچھا کہ اے نبی اکرم ﷺ! کیا آپ نے یہاں پڑاؤ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے ڈالا ہے یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میری اپنی رائے ہے، تو خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ آگے بڑھ کر اس چشمہ کے پاس پڑاؤ ڈالیں جو دشمن سے زیادہ قریب ہے تاکہ مسلمان خوب پانی جمع کر لیں اور وہاں موجود بقیہ چشموں کو پاٹ دیں اس طرح دشمن پانی سے محروم ہو جائے گا۔ یہ ایک ضعیف روایت ہے۔

دوسرا واقعہ: عکاشہ رضی اللہ عنہ:

جنگِ بدر میں نبی اکرم ﷺ عکاشہ بن محصن کو ایک لکڑی دیتے ہیں وہ لکڑی آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور یہ لکڑی تلوار بن جاتی ہے اور آپ اسی سے جنگ لڑتے ہیں۔ یہ بھی ضعیف روایت ہیں۔ آج لوگ سیرت کو قصے سنانے اور شعلہ بیانی دکھانے کا ذریعہ سمجھ بیٹھے ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم ضعیف روایتوں سے اپنے دامن کو بچاکر صحیح واقعات سنانے کی کوشش کریں۔

بنو قینقاع کی جلاوطنی:

آپ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کے ساتھ امن وامان کے ساتھ مل جل کر رہنے کا معاہدہ کیا تھا۔ اسے Mutual co-Existence یعنی اختلاف کے باوجود مل جل کر رہنا کہتے ہیں۔ لیکن غزوہ بدر کے بعد بنو قینقاع نے جو یہودیوں کا ایک قبیلہ کھل کر مسلمانوں کے خلاف عداوت کا مظاہرہ کیا۔ اور معاہدہ پر قائم نہیں رہے۔ آپ ﷺ نے انہیں بہت نصیحت کی لیکن وہ اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آئے تو آپ ﷺ نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا بالآخر پندرہ دنوں کے بعد یہودیوں ہتھیار ڈال دیئے۔ اور آپ ﷺ نے ان سب کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

بنو قینقاع کا ایک ضعیف واقعہ:

بنو قینقاع کی جلاوطنی کے تعلق سے عوام میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ بازار میں ایک یہودی مسلمان عورت کے ساتھ بد سلوکی سے پیش آیا تو اس عورت نے مسلمانوں کو مدد کے لئے پکارا ایک مسلمان آیا اور اس یہودی کو مار دیا اس پر سارے یہودی مل کر اس مسلمان کو مار دیئے۔ جب آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور انہیں جلاوطن کر دیا۔ یہ واقعہ صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اس لئے ہم اس کو بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

غزوہ سویق:

غزوہ بدر کے بعد ابو سفیان نے نذر مان لی تھی کہ وہ جب تک آپ ﷺ سے جنگ نہیں کریں گے تب تک وہ غسلِ جنابت نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے دوسو آدمیوں کا ایک قافلہ لے کر مدینہ سے قریب مقام عریض پر چھاپہ مارا، کچھ کھجور کے درختوں کو کاٹ کر جلادیا اور دو آدمیوں کو قتل کر کے بھاگ نکلے۔ آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کا پیچھا کیا لیکن وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے البتہ اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے انہوں نے ستو اور اپنا دیگر سامان پھینک دیا۔ آپ ﷺ ستو اور سامان لے کر واپس آگئے۔ عربی میں سویق ستو کو کہتے ہیں اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق پڑ گیا۔

سن دو ہجری کے مزید کچھ اعمال:

سن دو ہجری میں روزے فرض کئے گئے۔ "صلاۃ العید" قائم کی گئی۔ زکوۃ الفطر کا حکم نازل ہوا۔ اسی سال آپ ﷺ نے قربانی دی اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

ہجرت کا تیسرا سال:

غزوہ احد:

شوال سن تین ہجری میں یہ جنگ پیش آئی اس میں مسلمانوں کی تعداد ابتداء میں ایک ہزار تھی لیکن بیچ راہ میں عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا اس طرح مسلمانوں کی تعداد سات سو رہ گئی اور کفار تین ہزار تھے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو صفوں میں کھڑا کیا اور مشرکین نے اپنی فوج کو صفوں میں کھڑا کیا۔ جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں نے کافروں پر زبردست حملہ کیا جس سے وہ بکھر گئے اور میدان جنگ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنے لگے لیکن تیر اندازوں کی غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ آپ ﷺ نے پیچھے سے اسلامی لشکر کی حفاظت کے لئے جبلِ رماۃ پر پچاس تیر اندازوں کو ٹھہرایا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ وہاں سے کسی بھی صورت میں نہ ہٹیں۔

لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ کفار میدان چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں اور جیت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے تو جبل رماۃ سے چالیس تیر انداز نیچے اتر آئے۔ خالد بن ولید نے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے موقع کو غنیمت سمجھا اور پہاڑ پر موجود دس تیر اندازوں کو مار کر پیچھے سے دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کیا ۔جس سے سارے مسلمان ادھر ادھر بکھر گئے۔۔

اس جنگ میں مشرکین نے آپ ﷺ پر کافی حملے کئے آپ ﷺ کے پاس سات انصاری صحابہ تھے جو کافروں سے آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے اس کے بعد دو انصاری صحابہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص آپ ﷺ کا دفاع کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ شل ہو گیا۔ ایک مشرک عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کے سر پر پتھر دے مارا جس کی وجہ سے آپ ﷺ گر گئے، آپ ﷺ کا دانت ٹوٹ گیا، پیشانی اور چہرہ زخمی ہو گیا، آنکھ کی نچلی ہڈی میں خود کی کڑیاں دھنس گئیں جیسا کہ ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: " أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ المَاءَ، وَبِمَا دُووِيَ، قَالَ: كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهُ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَسْكُبُ المَاءَ بِالْمِجَنِّ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ المَاءَ لاَ يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً، أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ، فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ، وَجُرِحَ وَجْهُهُ، وَكُسِرَتِ البَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ "

ترجمہ:"حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سھل بن سعد سے سنا وہ اللہ کے رسول ﷺ کے زخم کے بارے میں پوچھ رہے تھے انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کس طرح اللہ کے رسول ﷺ کے زخم کو دھویا گیا اور کون پانی بہا رہا تھا۔ اور کس دوا کا استعمال کیا گیا

انہوں نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا زخموں کو دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈول سے پانی بہا رہے تھے جب فاطمہ رضی اللہ عنھا نے دیکھا کہ خون نہیں تھم رہا ہے تو آپ نے حصیر کا ایک ٹکڑا جلایا اور زخم پر لگا دیا اور خون تھم گیا اور آج کے دن آپ ﷺ کا دانت ٹوٹ گیا اور چہرہ زخمی ہوا اور خود سر مبارک پر ٹوٹ گئی۔"

(الراوی: ابو حازم رضی اللہ عنہ المصدر: صحیح البخاری رقم الحدیث: 4075)

اس جنگ میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ستر صحابہ شہید کر دیئے گئے.

سن تین ہجری کے مزید کچھ کام:

سن تین ہجری میں آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنھا سے نکاح کیا اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند اور آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے ایک ضعیف روایت:

غزوہ احد میں جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو ہندہ نامی ایک عورت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور آپ کے جسم کا مثلہ کر کے آپ کا کلیجہ چبا دیا اور نگلنا چاہی لیکن وہ نگل نہیں سکی۔ جب آپ ﷺ کو اس خبر ملی تو آپ نے پوچھا کیا اس عورت نے میرے چچا کا کلیجہ نگل لیا یا تھوک دیا؟ لوگوں نے کہا کہ تھوک دیا نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ الحمد اللہ اس نے تھوک دیا ورنہ میرے چچا کا اتنا حصہ جہنم میں ہوتا یہ واقعہ بھی بالکل ضعیف ہے۔ اور ہندہ فتح مکہ کے وقت کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔

ہجرت کا چوتھا سال:

بنو نضیر کی جلاوطنی:

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلط فہمی سے بنو کلاب کے دو لوگوں کو مار دیا تھا۔ معاہدہ کے مطابق آپ ﷺ دیت کی ادئیگی میں مدد حاصل کرنے کے لئے بنو نضیر کے پاس گئے۔ انہوں نے دیت میں مدد کرنے کے بجائے آپ کے سر پر چکی کا پاٹ پھینکنے کی کوشش کی لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع آپ کو دے دی آپ ﷺ فوراً اٹھ کر مدینہ آئے اور محمد بن سلمہ کے ذریعہ انہیں مدینہ سے نکلنے کا حکم دیا لیکن انہوں نکلنے سے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا چنانچہ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور آپ ﷺ نے انہیں خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کی شادی اور حضرت حسین کی پیدائش:

اسی سال نبی اکرم ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور حضرت علی کے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

ہجرت کا پانچواں سال:

غزوۂ احزاب:

سن پانچ ہجری میں جنگِ احزاب پیش آئی۔ بنو نضیر کے یہودیوں نے کفار مکہ اور مدینہ کے اطراف کے مشرکین کو آپ ﷺ کے خلاف اکٹھا کر کے جنگ پر آمادہ کیا۔ جب اس کی اطلاع آپ ﷺ کو ہوئی تو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر مدینہ کے مشرقی حصہ میں ایک بڑی خندق کھودی تاکہ باہر والے اندر نہ آسکیں۔ اور جنگ کے دن عورتوں کو ایک محفوظ قلعہ میں بند کر دیا۔ ادھر ابوسفیان چار ہزار کا لشکر اور قبیلہ غطفان چھ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے آئے اور وہ خندق کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ آخر کار انہوں نے باہر سے مسلمانوں کا محاصرہ کیا

اور اندرونِ مدینہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا اور کھلے عام اپنا معاہدہ توڑ دیا جس سے مسلمان کافی پریشان ہو گئے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا [9]إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا"

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جبکہ تمہارے مقابلے کو فوجوں پر فوجیں آئیں پھر ہم نے ان پر تیز و تند آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے [9] جب کہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منھ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے ۔ یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیئے گئے۔" (سورۃ الاحزاب:11-9/33)

یہ محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک رہا آخر کار اللہ تعالی نے ایک تیز و تند آندھی بھیج کر انکے خیموں کو اکھاڑ دیا اور وہ نامراد ہو کر واپس چلے گئے۔

ایک غیر مستند اور ضعیف واقعہ:

اس جنگ میں نعیم بن مسعود الاشجعی رضی اللہ عنہ جن کا تعلق قبیلہ غطفان سے تھا انہوں نے دورانِ جنگ اسلام قبول کیا اور آپ کے پاس آکر کہا کہ اے نبی اکرم ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو میں جھوٹ بول کر یہودیوں اور کفار کے درمیان پھوٹ ڈال دوں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے کہا "الحرب خدعۃ" کہ جنگ دھوکہ کا نام ہے جاؤ ان میں پھوٹ ڈالو اور ان کے درمیان پھوٹ ڈال دی۔

یہ تمام روایت ضعیف اور غیر مستند ہے۔

بنو قریظہ کا خاتمہ:

جنگِ احزاب کے فوری بعد حضرت جبرئیل اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کے پاس پہنچے اور اللہ کا حکم سنایا جس کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان بنو قریظہ کی طرف نکل پڑے۔ وہاں جا کر آپ ﷺ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر ان کے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔

واقعہ اُفک:

غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول نے بدکاری کا بہتان لگا کر مدینہ میں اس کا خوب پروپگنڈا کیا جس سے آپ ﷺ تقریباً ایک ماہ تک پریشان رہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا، خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ سَهْمِي، فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الحِجَابُ، فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجٍ، وَأُنْزَلُ فِيهِ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ [ص:174]، وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ المَدِينَةِ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ، فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ، فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الجَيْشَ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى الرَّحْلِ، فَلَمَسْتُ صَدْرِي، فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ أَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ، فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي، فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ، فَأَقْبَلَ الَّذِينَ يَرْحَلُونَ لِي، فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي، فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَثْقُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ، وَإِنَّمَا يَأْكُلْنَ العُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ القَوْمُ حِينَ رَفَعُوهُ ثِقَلَ الهَوْدَجِ، فَاحْتَمَلُوهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوا الجَمَلَ وَسَارُوا، فَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الجَيْشُ، فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيهِ أَحَدٌ، فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونَنِي، فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِي

عَيْنَايَ، فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ المُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الجَيْشِ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي، فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ، فَأَتَانِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ يَدَهَا، فَرَكِبْتُهَا، فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُعَرِّسِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ، فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ، وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الإِفْكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ، فَقَدِمْنَا المَدِينَةَ، فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ مِنْ قَوْلِ أَصْحَابِ الإِفْكِ، وَيَرِيبُنِي فِي وَجَعِي، أَنِّي لاَ أَرَى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَمْرَضُ، إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ، ثُمَّ يَقُولُ: «كَيْفَ تِيكُمْ» ، لاَ أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ حَتَّى نَقَهْتُ، فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ المَنَاصِعِ مُتَبَرَّزُنَا لاَ نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الكُنُفَ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا، وَأَمْرُنَا أَمْرُ العَرَبِ الأُوَلِ فِي البَرِّيَّةِ أَوْ فِي التَّنَزُّهِ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ أَبِي رُهْمٍ نَمْشِي، فَعَثَرَتْ فِي مِرْطِهَا، فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ، فَقُلْتُ لَهَا: بِئْسَ مَا قُلْتِ، أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا، فَقَالَتْ: يَا هَنْتَاهْ، أَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالُوا؟ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الإِفْكِ، فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي، فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ فَقَالَ: «كَيْفَ تِيكُمْ» ، فَقُلْتُ: ائْذَنْ لِي إِلَى أَبَوَيَّ، قَالَتْ: وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا، فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي: مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَى نَفْسِكِ الشَّأْنَ، فَوَاللَّهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ، إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَلَقَدْ يَتَحَدَّثُ [ص:175] النَّاسُ بِهَذَا، قَالَتْ: فَبِتُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لاَ يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ، وَلاَ أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، ثُمَّ أَصْبَحْتُ، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِينَ اسْتَلْبَثَ الوَحْيُ، يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ، فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ مِنَ الوُدِّ لَهُمْ، فَقَالَ أُسَامَةُ: أَهْلُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلاَ نَعْلَمُ وَاللَّهِ إِلَّا خَيْرًا، وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ يُضَيِّقِ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ، وَسَلِ الجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيرَةَ، فَقَالَ: «يَا بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ فِيهَا شَيْئًا يَرِيبُكِ؟» ، فَقَالَتْ بَرِيرَةُ: لاَ

وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ، إِنْ رَأَيْتُ مِنْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا قَطُّ، أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنِ العَجِينِ، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ، فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي» ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا وَاللَّهِ أَعْذُرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا، فَفَعَلْنَا فِيهِ أَمْرَكَ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ - وَهُوَ سَيِّدُ الخَزْرَجِ، وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَكِنِ احْتَمَلَتْهُ الحَمِيَّةُ - فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ، لاَ تَقْتُلُهُ، وَلاَ تَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ، فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ، وَاللَّهِ لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ المُنَافِقِينَ، فَثَارَ الحَيَّانِ الأَوْسُ، وَالخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى المِنْبَرِ، فَنَزَلَ، فَخَفَّضَهُمْ حَتَّى سَكَتُوا، وَسَكَتَ وَبَكَيْتُ يَوْمِي لاَ يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ، وَلاَ أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ، وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا حَتَّى أَظُنُّ أَنَّ البُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي، قَالَتْ: فَبَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي، وَأَنَا أَبْكِي، إِذِ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ، فَأَذِنْتُ لَهَا، فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَلَسَ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ قِيلَ فِيَّ مَا قِيلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لاَ يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءٌ، قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ، فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً، فَسَيُبَرِّئُكِ اللَّهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ، فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ العَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ، ثُمَّ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ» ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ، قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً، وَقُلْتُ لِأَبِي: أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لِأُمِّي: أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [ص:176] فِيمَا قَالَ، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ، لاَ أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ القُرْآنِ، فَقُلْتُ: إِنِّي وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ، وَوَقَرَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ

بِهِ، وَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَبَرِيئَةٌ لاَ تُصَدِّقُونِي بِذَلِكَ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي، وَاللَّهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا، إِلَّا أَبَا يُوسُفَ إِذْ قَالَ: {فَصَبْرٌ جَمِيلٌ، وَاللَّهُ المُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ} [يوسف: 18] ، ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلَى فِرَاشِي وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَرِّئَنِي اللَّهُ، وَلَكِنْ وَاللَّهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزِلَ فِي شَأْنِي وَحْيًا، وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يُتَكَلَّمَ بِالقُرْآنِ فِي أَمْرِي، وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللَّهُ، فَوَاللَّهِ مَا رَامَ مَجْلِسَهُ وَلاَ خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ البَيْتِ، حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ الوَحْيُ، فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ البُرَحَاءِ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الجُمَانِ مِنَ العَرَقِ فِي يَوْمٍ شَاتٍ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا، أَنْ قَالَ لِي: «يَا عَائِشَةُ احْمَدِي اللَّهَ، فَقَدْ بَرَّأَكِ اللَّهُ» ، فَقَالَتْ لِي أُمِّي: قُومِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: لاَ وَاللَّهِ، لاَ أَقُومُ إِلَيْهِ، وَلاَ أَحْمَدُ إِلَّا اللَّهَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: {إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ} الآيَاتِ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ هَذَا فِي بَرَاءَتِي، قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ: وَاللَّهِ لاَ أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ مَا قَالَ لِعَائِشَةَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: {وَلاَ يَأْتَلِ أُولُو الفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا} إِلَى قَوْلِهِ {غَفُورٌ رَحِيمٌ} [البقرة: 173] فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَلَى وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِي، فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ الَّذِي كَانَ يُجْرِي عَلَيْهِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي، فَقَالَ: يَا زَيْنَبُ، مَا عَلِمْتِ، مَا رَأَيْتِ؟ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي، وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا خَيْرًا، قَالَتْ: وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي، فَعَصَمَهَا اللَّهُ بِالْوَرَعِ".

ترجمہ:" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکلتا، سفر میں وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی۔ چنانچہ ایک غزوہ کے موقع پر، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شرکت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ ڈلوایا اور میرا نام نکلا۔ اب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ تھی۔ یہ واقعہ پردے کی آیت کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ خیر میں ایک ہودج میں سوار رہتی تھی، اسی میں بیٹھے بیٹھے مجھ کو اتارا جاتا تھا۔ اس طرح ہم چلتے رہے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ میں یہ حکم سنتے ہی اٹھی اور لشکر سے آگے بڑھ گئی۔ جب حاجت سے فارغ ہوئی تو کجاوے کے پاس آگئی۔ وہاں پہنچ کر جو میں نے اپنا سینہ ٹٹولا تو میر اظفار کے کالے نگینوں کا ہار موجود نہیں تھا۔ اس لیے میں وہاں دوبارہ پہنچی (جہاں قضائے حاجت کے لیے گئی تھی) اور میں نے ہار کو تلاش کیا۔ اس تلاش میں دیر ہو گئی۔ اس عرصے میں وہ اصحاب جو مجھے سوار کراتے تھے، آئے اور میرا ہودج اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ وہ یہی سمجھے کہ میں اس میں بیٹھی ہوں۔ ان دنوں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، بھاری بھر کم نہیں۔ گوشت ان میں زیادہ نہیں رہتا تھا کیونکہ بہت معمولی غذا کھاتی تھیں۔ اس لیے ان لوگوں نے جب ہودج کو اٹھایا تو انہیں اس کے بوجھ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ میں یوں بھی نوعمر لڑکی تھی۔ چنانچہ اصحاب نے اونٹ کو ہانک دیا اور خود بھی اس کے ساتھ چلنے لگے۔ جب لشکر روانہ ہو چکا تو مجھے اپنا ہار ملا اور میں پڑاؤ کی جگہ آئی۔ لیکن وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اس لیے میں اس جگہ گئی جہاں پہلے میرا قیام تھا۔ میرا خیال تھا کہ جب وہ لوگ مجھے نہیں پائیں گے تو یہیں لوٹ کے آئیں گے۔ (اپنی جگہ پہنچ کر) میں یوں ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو پہلے سلمی تھے پھر ذکوانی ہو گئے لشکر کے پیچھے تھے (جو لشکریوں کی گری پڑی چیزوں کو اٹھا کر انہیں اس کے مالک تک پہنچانے کی خدمت کے لیے مقرر تھے) وہ میری طرف سے گزرے تو ایک سوئے ہوئے انسان کا سایہ نظر پڑا اس لیے اور قریب پہنچے۔ پردہ کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کے «اناللہ» پڑھنے سے میں بیدار ہو گئی۔ آخر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں کو موڑ دیا (تاکہ بلا کسی مدد کے میں خود سوار ہو سکوں) چنانچہ میں سوار ہو گئی، اب وہ اونٹ پر مجھے بٹھائے ہوئے خود اس کے آگے آگے چلنے لگے۔ اسی طرح ہم جب لشکر کے

قریب پہنچے تو لوگ بھری دوپہر میں آرام کے لیے پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ (اتنی ہی بات تھی جس کی بنیاد پر) جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا اور تہمت کے معاملے میں پیش پیش عبد اللہ بن ابی ابن سلول (منافق) تھا۔ پھر ہم مدینہ میں آ گئے اور میں ایک مہینے تک بیمار رہی۔ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا خوب چرچا ہو رہا تھا۔ اپنی اس بیماری کے دوران مجھے اس سے بھی بڑا شبہ ہوتا تھا کہ ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف و کرم بھی میں نہیں دیکھتی تھی جن کا مشاہدہ اپنی پچھلی بیماریوں میں کر چکی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جب آتے تو سلام کرتے اور صرف اتنا دریافت فرما لیتے، مزاج کیسا ہے؟ جو باتیں تہمت لگانے والے پھیلا رہے تھے ان میں سے کوئی بات مجھے معلوم نہیں تھی۔ جب میری صحت کچھ ٹھیک ہوئی تو (ایک رات) میں ام مسطح کے ساتھ مناصع کی طرف گئی۔ یہ ہماری قضائے حاجت کی جگہ تھی، ہم یہاں صرف رات ہی میں آتے تھے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب ابھی ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء نہیں بنے تھے۔ میدان میں جانے کے سلسلے میں (قضائے حاجت کے لیے) ہمارا طرز عمل قدیم عرب کی طرح تھا، میں اور ام مسطح بنت ابی رہم چل رہی تھی کہ وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑیں اور ان کی زبان سے نکل گیا، مسطح برباد ہو۔ میں نے کہا، بری بات آپ نے اپنی زبان سے نکالی، ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں آپ، جو بدر کی لڑائی میں شریک تھا، وہ کہنے لگیں، اے بھولی بھالی! جو کچھ ان سب نے کہا ہے وہ آپ نے نہیں سنا، پھر انہوں نے تہمت لگانے والوں کی ساری باتیں سنائیں اور ان باتوں کو سن کر میری بیماری اور بڑھ گئی۔ میں جب اپنے گھر واپس ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور دریافت فرمایا، مزاج کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے والدین کے یہاں جانے کی اجازت دیجئیے۔ اس وقت میرا ارادہ یہ تھا کہ ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جانے کی اجازت دے دی اور میں جب گھر آئی تو میں نے اپنی والدہ (ام رومان) سے ان باتوں کے متعلق پوچھا، جو لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا، بیٹی! اس طرح کی باتوں کی پرواہ نہ کر، اللہ کی قسم! شاید ہی ایسا ہو کہ تجھ جیسی

حسین و خوبصورت عورت کسی مرد کے گھر میں ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں، پھر بھی اس طرح کی باتیں نہ پھیلائی جایا کریں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! (سوکنوں کا کیا ذکر) وہ تو دوسرے لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ رات میں نے وہیں گزاری، صبح تک میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ نیند آئی۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی کو جدا کرنے کے سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے علی ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلوایا۔ کیونکہ وحی (اس سلسلے میں) اب تک نہیں آئی تھی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی بیویوں سے آپ کی محبت کا علم تھا۔ اس لیے اسی کے مطابق مشورہ دیا اور کہا، آپ کی بیوی، یا رسول اللہ! واللہ، ہم ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی ہے، عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں، باندی سے بھی آپ دریافت فرما لیجئے، وہ سچی بات بیان کریں گی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا (جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص خادمہ تھی) اور دریافت فرمایا، بریرہ! کیا تم نے عائشہ میں کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں شبہ ہوا ہو۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کا عیب میں ان پر لگا سکوں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ نو عمر لڑکی ہیں۔ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں پھر بکری آتی ہے اور کھا لیتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن (منبر پر) کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں مدد چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک ایسے شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت اور تکلیف دہی کا سلسلہ اب میری بیوی کے معاملے تک پہنچ چکا ہے۔ اللہ کی قسم، اپنی بیوی کے بارے میں خیر کے سوا اور کوئی چیز مجھے معلوم نہیں۔ پھر نام بھی اس معاملے میں انہوں نے ایک ایسے آدمی کا لیا ہے جس کے متعلق بھی میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ خود میرے گھر میں جب بھی وہ آئے ہیں تو میرے ساتھ ہی آئے۔ (یہ سن کر) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور

عرض کیا، یارسول اللہ! واللہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص (جس کے متعلق تہمت لگانے کا آپ نے ارشاد فرمایاہے) اوس قبیلہ سے ہو گا تو ہم اس کی گردن مار دیں گے (کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ خود قبیلہ اوس کے سردار تھے) اور اگر وہ خزرج کا آدمی ہوا، تو آپ ہمیں حکم دیں، جو بھی آپ کا حکم ہو گا ہم تعمیل کریں گے۔ اس کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے اب تک بہت صالح تھے۔ لیکن اس وقت (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بات پر) حمیت سے غصہ ہو گئے تھے اور (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے) کہنے لگے رب کے دوام و بقا کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو، نہ تم اسے قتل کر سکتے ہو اور نہ تمہارے اندر اس کی طاقت ہے۔ پھر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی) اور کہا، اللہ کی قسم! ہم اسے قتل کر دیں گے (اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا) کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ تم بھی منافق ہو۔ کیونکہ منافقوں کی طرفداری کر رہے ہو۔ اس پر اوس و خزرج دونوں قبیلوں کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ابھی تک منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ منبر سے اترے اور لوگوں کو نرم کیا۔ اب سب لوگ خاموش ہو گئے اور آپ بھی خاموش ہو گئے۔ میں اس دن بھی روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ نیند آتی تھی پھر میرے پاس میرے ماں باپ آئے۔ میں ایک رات اور ایک دن سے برابر روتی رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرے دل کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک انصاری عورت نے اجازت چاہی اور میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی اور وہ میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں۔ ہم سب اسی طرح تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جس دن سے میرے متعلق وہ باتیں کہی جا رہی تھیں جو کبھی نہیں کہی گئیں تھیں۔ اس دن سے میرے پاس آپ نہیں بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے تک انتظار کرتے رہے تھے۔ لیکن میرے معاملے میں کوئی وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوئی

تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد پڑھی اور فرمایا، عائشہ! تمہارے متعلق مجھے یہ یہ باتیں معلوم ہوئیں۔ اگر تم اس معاملے میں بری ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری برات ظاہر کر دے گا اور اگر تم نے گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو ختم کی، میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے کہ اب ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے متعلق کہئے۔ لیکن انہوں نے کہا، قسم اللہ کی! مجھے نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے کیا کہنا چاہئے۔ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا، اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ہی کچھ کہئے، انہوں نے بھی یہی فرمادیا کہ قسم اللہ کی! مجھے معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہنا چاہئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نو عمر لڑکی تھی۔ قرآن مجھے زیادہ یاد نہیں تھا۔ میں نے کہا اللہ گواہ ہے، مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگوں نے بھی لوگوں کی افواہ سنی ہیں اور آپ لوگوں کے دلوں میں وہ بات بیٹھ گئی ہے اور اس کی تصدیق بھی آپ لوگ کر چکے ہیں، اس لیے اب اگر میں کہوں کہ میں (اس بہتان سے) بری ہوں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں واقعی اس سے بری ہوں تو آپ لوگ میری اس معاملے میں تصدیق نہیں کریں گے۔ لیکن اگر میں (گناہ کو) اپنے ذمہ لے لوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں، تو آپ لوگ میری بات کی تصدیق کر دیں گے۔ قسم اللہ کی! میں اس وقت اپنی اور آپ لوگوں کی کوئی مثال یوسف علیہ السلام کے والد (یعقوب علیہ السلام) کے سوا نہیں پاتی کہ انہوں نے بھی فرمایا تھا «فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون» "صبر ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو اس معاملے میں میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے"۔ اس کے بعد بستر پر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور مجھے امید تھی کہ خود اللہ تعالیٰ میری برات کرے گا۔ لیکن میرا یہ خیال کبھی نہ تھا کہ میرے متعلق وحی نازل ہو گی۔ میری اپنی نظر

میں حیثیت اس سے بہت معمولی تھی کہ قرآن مجید میں میرے متعلق کوئی آیت نازل ہو۔ ہاں مجھے اتنی امید ضرور تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری فرما دے گا۔ اللہ گواہ ہے کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے اور نہ اس وقت گھر میں موجود کوئی باہر نکلا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی اور (شدت وحی سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح پسینے پسینے ہو جایا کرتے تھے وہی کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اب بھی تھی۔ پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے گرنے لگے۔ حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے اور سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا، وہ یہ تھا اے عائشہ! اللہ کی حمد بیان کر کہ اس نے تمہیں بری قرار دے دیا ہے۔ میری والدہ نے کہا بیٹی جا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر کھڑی ہو جا۔ میں نے کہا، نہیں قسم اللہ کی میں آپ کے پاس جا کر کھڑی نہ ہوں گی اور میں تو صرف اللہ کی حمد و ثنا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی «إن الذین جاءوا بالإفک عصبة منکم» ”جن لوگوں نے تہمت تراشی کی ہے۔ وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں“۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری برات میں یہ آیت نازل فرمائی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے اخراجات قرابت کی وجہ سے خود ہی اٹھاتے تھے کہا کہ قسم اللہ کی اب میں مسطح پر کبھی کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا کہ وہ بھی عائشہ پر تہمت لگانے میں شریک تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی «ولا یأتل أولو الفضل منکم والسعة إلی قوله غفور رحیم» ”تم میں سے صاحب فضل و صاحب مال لوگ قسم نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد غفور رحیم تک“۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! بس میری یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے۔ چنانچہ مسطح رضی اللہ عنہ کو جو آپ پہلے دیا کرتے تھے وہ پھر دینے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا ام المؤمنین) سے بھی میرے متعلق پوچھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ زینب! تم (عائشہ رضی اللہ عنہا کے

متعلق) کیا جانتی ہو؟ اور کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں (کہ جو چیز میں نے دیکھی ہو یا نہ سنی ہو وہ آپ سے بیان کرنے لگوں) اللہ گواہ ہے کہ میں نے ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہی میری برابر کی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ کی وجہ سے بچا لیا۔

(صحیح البخاری: 2661)

واقعہء افک سے ماخوذ ایک مسئلہ:

اس واقعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کو علم غیب نہیں تھا اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ اپنی بیوی پر لگائے گئے الزام پر ایک مہینے تک پریشان نہ ہوتے۔ آپ کو اس واقعہ کی سچائی کا علم نزولِ وحی کے بعد ہوا۔

ہجرت کا چھٹا سال:

"صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان"

سن چھ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے خواب دیکھا کہ وہ صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کر رہے ہیں آپ ﷺ نے اس بات کی اطلاع صحابہ کرام کو دی تو وہ عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ مکہ کا رخ کیا اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لیے تاکہ مکہ والوں کو پتہ چلے کہ آپ ﷺ عمرہ کرنے کے لئے مکہ تشریف لا رہے ہیں نہ کہ قتال کے لئے۔ لیکن نبی کریم ﷺ جب حدیبیہ میں پہنچے تو اہل مکہ نے آپ کو روک لیا۔ آپ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر روانہ کیا تاکہ وہ بتائیں کہ مسلمان عمرہ کرنے کے لئے مکہ آئے ہیں نہ کہ لڑنے کے لئے۔ ایک درخت کے نیچے صحابہ کرام سے جنگ پر بیعت لی سارے صحابہ نے بیعت کی

نوٹ: بیعت تحت الشجرۃ ماسبب قتل عثمان کی افواہ تھی اسکا ثبوت صحیح اَحادیث میں نہیں ہے کہ اسی دوران آپ ﷺ کو اطلاع ملتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر سن کر آپ ﷺ نے بیعت یہ سبب ضعیف روایت میں ہے لہذا پر ہیز کرنا چاہئے جب تک صحیح سند نہ ملے۔

بہر کیف اہلِ مکہ کو اس بیعت کا علم ہوا تو وہ ڈر گئے اور صلح کے لئے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان چند باتوں پر صلح ہوئی جیسے:

ا۔ مسلمان اس سال نہیں آئندہ سال عمرہ کریں اور مکہ میں صرف تین روز قیام کریں اور ہتھیار وغیرہ نہیں لائیں گے۔

۲۔ مسلمان اور کفار مکہ کے درمیان دس سال تک جنگ بند رہے گی۔

۳۔ جو بھی کافر مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو مسلمان اسے مکہ واپس کریں گے اور اگر کوئی مسلمان کافر ہو کر مکہ آئے تو کفار مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ وغیرہ

اس صلح سے اکثر مسلمان ناخوش تھے لیکن آپ ﷺ نے اس صلح کو مان کر اپنا جانور ذبح کیا اور سر کے بال نکال لیئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر سارے صحابہ کرام نے اپنے جانور ذبح کئے اور سر کے بال کٹوائے۔ اس کے بعد آپ مدینہ کی طرف چل پڑے۔ دورانِ سفر ہی سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں اس صلح کو فتحِ مبین قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا [1] لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا [2] وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا"

ترجمہ: "بیشک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے [1] تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے اور تجھے سیدھی راہ چلائے [2] اور آپ کو ایک زبردست مدد دے۔" (سورۃ الفتح:3-1 /48)

آج بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج ہندوستان کا دور مکی دور ہے لیکن یہ صلح حدیبیہ کا دور ہے جس طرح آپ ﷺ نے کفارِ مکہ سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا اسی طرح ہم بھی یہاں کی حکومت سے جنگ نہ کرنے کا اگریمنٹ کیا ہے۔ اور دنیا کے سارے ممالک آپس میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر کے آپس میں Mutual Co-existence کی زندگی گذار رہے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کے ماحول میں جو ممالک آپس میں امن وامان کے ساتھ رہنے کا معاہدے کئے ہیں اگر کوئی وہاں جہاد کی بات کرتا ہے تو وہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کی بے حرمتی کر رہا ہے اور صلح حدیبیہ کی بے حرمتی کر رہا ہے۔

بادشاہ اور امراء کے نام خطوط:

صلحِ حدیبیہ کی وجہ سے عرب میں جنگ کا ماحول ختم ہو چکا تھا اور ہر طرف امن وامان کی فضا قائم ہو گئی تھی۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ آپ ﷺ نے اس ماحول کا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس وقت کے بادشاہوں جیسے: شاہِ حبشہ نجاشی، شاہِ اسکندریہ ومصر مقوقس، شاہِ فارس خسرو پرویز، شاہِ روم قیصر، امیرِ یمامہ ہوذہ بن علی، حاکمِ بحرین منذر بن ساوی وغیرہ کے نام خطوط لکھے اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ علامہ ابن قیمؒ نے 20 سے 30 خطوط جمع کئے ہیں اور بعض مورخین نے 99 خطوط کو جمع کیا۔ (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دو مرتبہ خطوط روانہ کئے مختلف بادشاہوں کو)

ہجرت کا ساتواں سال:

غزوۂ خیبر:

سن سات ہجری میں آپ ﷺ نے خیبر کا رخ کیا، اس جنگ میں آپ کے ساتھ وہی لوگ تھے جو صلح حدیبیہ میں شریک رہے۔ آپ ﷺ صبح سویرے خیبر پہنچے۔ اور وہاں یہودی تین حصوں میں نطاۃ، کتیبہ اور شق میں منقسم تھے۔ یہ سب اچانک آپ ﷺ کو دیکھ کر ڈر گئے اور اپنے اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوگئے۔ یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان کئی دن تک لڑائی چلتی رہی آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے سرفراز کیا۔

آپ ﷺ کو ایک یہودیہ کا زہریلا گوشت کھلانا:

ایک یہودی عورت نے بکری کے بازو کا گوشت آپ کو ہدیہ بھیجا جس میں زہر ملا ہوا تھا آپ ﷺ آپ کو بکری کے بازو کا گوشت بہت پسند تھا آپ ﷺ نے ایک لقمہ چبایا اور تھوک دیا، آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ایک صحابی نے بشر بن براء نے وہ گوشت کھایا جس سے ان کا انتقال ہو گیا

ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنھا اور ام المومنین ماریہ رضی اللہ عنھا کی شادی:

غزوہ خیبر میں صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا قیدی بن کر آئیں تھیں اور یہ ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں۔ آپ نے انہیں اسلام پیش کیا، انہوں قبول کیا جس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کرلی۔ اسی سال شاہِ اسکندریہ و مصر نے تحفہ میں ماریہ رضی اللہ عنھا کو بھیجا آپ ﷺ نے انہیں آزاد کیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔

غزوۂ ذات الرقاع:

نبی اکرم ﷺ کو خبر ملی کہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر چند بدو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے سات سو صحابہ کو لے کر ان کا تعاقب کیا وہ ڈر کر ادھر ادھر بکھر گئے اور آپ ﷺ مدینہ واپس آ گئے۔

"آیۃ التیمم" کا نزول اور آپ ﷺ کا عمرۂ قضاء:

سن سات ہجری میں "آیۃ التیمم" نازل ہوئی۔ اور اسی سال آپ ﷺ نے عمرہ کی ادئیگی کے لئے مکہ روانہ ہوئے۔ عمرہ کرکے وہاں تین دن قیام کیا اور اسی دوران آپ ﷺ ام المومنین میمونہ بنت الحارث سے نکاح بھی کیا جو کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي، فَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَقَالُوا: أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ: حَبَسْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ: مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ ؟ قَالَتْ: فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

ترجمہ:

ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں مالک نے عبد الرحمٰن بن قاسم سے خبر دی، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ عائشہ ؓ سے، آپ نے بتلایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعض سفر (غزوہ بنی المصطلق) میں تھے۔ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں پانی کہیں قریب میں نہ تھا۔ لوگ ابو بکر ؓ کے پاس آئے اور کہا عائشہ ؓ نے کیا کام کیا؟ کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ لوگوں ہی کے ساتھ ہے۔ پھر ابو بکر صدیق ؓ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو روک لیا۔ حالانکہ قریب میں کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ والد ماجد ؓ مجھ پر بہت خفا ہوئے اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب صبح کے وقت اٹھے تو پانی کا پتہ تک نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیمم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر ؓ نے کہا اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ عائشہ ؓ نے فرمایا۔ پھر ہم نے اس اونٹ کو ہٹایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اسی کے نیچے مل گیا۔

(أخرجه البخاري(334)، ومسلم(367))

ہجرت کا آٹھواں سال:

جنگِ موتہ:

امیرِ بصری نے رسول اللہ ﷺ کے ایک سفیر کو قتل کیا تھا۔ سفیر کو قتل کرنا گویا اعلانِ جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ اسی لئے سن ۸ ہجری میں آپ ﷺ نے تین ہزار کا لشکر تیار کرکے موتہ روانہ کیا اور اس کا سپہ سالار زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور فرمایا اگر زید شہید کر دیئے جائیں تو جعفر بن ابو طالب امیر ہوں گے اور جعفر بن ابو طالب شہید کر دیئے جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ اور ادھر مقابلے میں دشمن دو لاکھ تھے۔ دونوں فریقوں کے مابین گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی یکے بعد دیگرے تینوں سپہ سالار شہید ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید امیر بنے، اور انہوں اپنی کمال فراست اور جنگی مہارت سے دشمنوں پر رعب قائم کیا اور مسلمانوں کو بحفاظت دشمنوں سے بچاکر مدینہ واپس لائے۔

فتحِ مکہ:

بنو بکر صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں قریش کے ساتھ شامل ہوئے تھے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ پر چھاپہ مارا اور عہد شکنی کی تو آپ ﷺ نے رمضان ۸ ہجری میں دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں کی فوج دیکھ کر سارے کفار قریش ڈر گئے ۔ آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہوکر کعبہ کی تطہیر (پاکی صفائی) کی اور سارے کفار کے لئے معافی کا اعلان کیا اور کہا کہ: جو کعبۃ اللہ میں داخل ہو جائے اسے امان ہے، جو اپنے گھر میں رہے اسے امان ہے اور جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔ یہ وہی کفار مکہ ہیں جنہوں مکہ میں مسلسل تیرہ سال تک قدم قدم پر آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو ستایا تھا۔ یہ وہی ابو سفیان ہیں جو جنگ بدر اور جنگ احد میں کافروں کے سردار رہے اور جنگ احزاب میں سارے عرب کو آپ ﷺ کے خلاف جمع کیا تھا اور ساری عمر آپ ﷺ کو زک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ ﷺ ان تمام کو معاف کر دیا جس کی وجہ سے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوگئے اللہ تعالی نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (1) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (2) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (3) [النصر : 1-3]

ترجمہ:" جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے [1] اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے [2] تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔"(سورۃ النصر:3-1/110)

غزوۂ حنین:

قیس عیلان کے قبائل کے لوگ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے وادیٔ حنین میں اکٹھا ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ بارہ ہزار کا لشکر لے کر حنین پہنچے۔ اس وقت بعض مسلمانوں نے کہا: آج ہم ہی غالب رہیں گے کیونکہ آج ہماری تعداد کثیر ہے۔ یہ اللہ کے بجائے اپنی طاقت پر بھروسہ کئے جس کی وجہ سے مسلمان جنگ کے ابتداء میں شکست کھا گئے تھے لیکن اللہ کے رسول ﷺ اور چند صحابہ ثابت قدم رہے اور آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے: أنا النبي لاکذب أناابن عبدالمطلب.

آپ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ وہ صحابہ کو ندا لگائیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زور سے ندا لگائی اے درخت والو! کہاں ہو؟ آپ کی آواز سن کر مسلمان آہستہ آہستہ جمع ہوئے اور دوبارہ دشمنوں پر زبردست حملہ کیا جس سے وہ وادی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جنگ کے بعد آپ ﷺ مالِ غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر مقامِ جعرانہ سے تیسرا عمرہ کیا۔

غزوۂ طائف:

غزوۂ حنین سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے طائف کا رخ کیا لیکن انہوں نے ایک سال کی خوراک کا انتظام کر کے قلعوں میں محصور ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے تقریبا ایک ماہ محاصرہ کیا لیکن وہ باہر نہیں نکلے۔

ہجرت کا نواں سال:

غزوۂ تبوک:

سن ۹ ہجری کے موسمِ گرما میں آپ ﷺ رومیوں سے نپٹنے کا ارادہ کیا اور اس کے لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کیا کہ جس کے پاس جو کچھ سامان ہے وہ لا کر جمع کر دے تا کہ تبوک جانے میں آسانی ہو۔ یہ سن کر صحابہ کرام کے پاس جو کچھ بھی تھا انہوں نے اس کو اللہ کے رسول ﷺ کے دربار میں پیش کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا سامان لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کا آدھا سامان لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور ایک صحابی نے دن بھر کام کیا اور بدلے میں جو ملاوہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر آپ ﷺ نے تبوک کا قصد کیا جب آپ ﷺ تبوک پہنچے تو رومی آپ کی آمد سے ڈر کر اپنے ہی ملک میں بکھر گئے۔ آپ ﷺ نے وہاں بیس دن قیام کیا اس دوران مختلف وفود آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آئے آپ ﷺ نے انکا استقبال کیا اور بیس دن بعد مدینہ واپس آ گئے۔

اس جنگ میں منافقین اور تین صحابہ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ شریک نہ ہو سکے۔ جنگ سے واپسی پر آپ ﷺ نے ان تمام سے جنگ سے پیچھے رہنے کا سبب پوچھا تو منافقین جھوٹ بول کر بچ گئے لیکن تینوں صحابہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارا کوئی عذر نہیں تھا ، ہم سستی اور کاہلی سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کا پچاس دن تک سوشل بائیکاٹ کیا۔ پچاس دن بعد اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حج اور سورۃ التوبۃ کی ابتدائی آیات کا نزول اور حج کی فرضیت:

سن ۹ ہجری آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں تین سو لوگوں کو حج کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد سورۃ التوبۃ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں جس میں مشرکین کو حج کرنے سے روکا اور معاہدہ توڑنے والوں کو چار ماہ کی مہلت دی گئی آپ ﷺ نے ان آیات کو حضرت علی رضی اللہ کو

دے کر مکہ روانہ کیا تاکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ مشرکین کو یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔اور اسی سال حج فرض کیا گیا۔

ہجرت کا دسواں سال:

حجۃ الوداع:

سن دس ہجری میں آپ ﷺ حج کرنے لئے کئی صحابہ کرام ساتھ مکہ روانہ ہوئے۔یہ آپ کا حج تھا اسی حج میں آپ ﷺ نے الگ الگ مقامات پر تاریخی خطبے دیئے جو خطبہء حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہیں اور لوگوں کو حج کے تفصیلی احکامات بتائے۔اور اسی حج میں یہ آیت نازل ہوئی:

"الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا"

ترجمہ:" آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔"(سورۃ المائدۃ:5/3)

آپ ﷺ کا بیس دن کا اعتکاف,رمضان میں دو مرتبہ جبرئیل کو قرآن سنانا اور سورۃ النصر کا نزول:

سن دس ہجری ہی میں نبی اکرم ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف کیا اور دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے مکمل قرآن مجید سنایا اور اسی سال سورۃ النصر نازل ہوئی.

گیارہواں سال:

آپ ﷺ کا مرض:

سن ۱۱ ہجری میں صفر کے آخری پیر کو آپ ﷺ کے سر میں درد شروع ہوا اور یہ درد بڑھتا گیا ۔شدتِ مرض کے باوجود آپ ﷺ نے برابر مسجد آکر جمعرات کی مغرب تک لوگوں کو نماز پڑھائی

۔مغرب میں آپ ﷺ نے سورۃ المرسلات کی تلاوت کی۔عشاء میں غسل کر کے نماز پڑھنا چاہا لیکن آپ ﷺ پر غشی طاری ہوئی آپ نے ابو بکر کو کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے حینِ حیات سترہ نمازیں پڑھائیں۔ہفتہ یا اتوار کے روز آپ ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔اور پیر کے روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے پردہ ہٹایا اور لوگوں کو دیکھ کر مسکرایا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ آپ تشریف لانا چاہتے ہیں اور آپ تھوڑا پیچھے ہٹ گئے لیکن آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ نماز مکمل کر لو۔آپ کی تکلیف بڑھتی گئی یہاں تک کہ نزع کی حالت شروع ہوئی آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سہارے بیٹھے تھے اتنے میں عبد الرحمٰن بن ابو بکر اپنے ہاتھ میں مسواک لے کر آئے آپ ﷺ مسواک کی طرف دیکھنے لگے حضرت عائشہ سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے مسواک کو چبا کر نرم کر کے آپ ﷺ کو دیں تو آپ نے مسواک کیا۔پھر آپ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور نگاہ چھت کی طرف کر کے کہہ رہے تھے کہ ان انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ جن پر تو نے انعام کیا اے اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور رفیقِ اعلیٰ میں میرا ٹھکانہ بنا اسی دوران آپ ﷺ کی روح نکل گئی۔

آپ ﷺ کی وفات:

بعض مورخین کہتے ہیں کہ 12 ربیع الاول سن 11 ھ کے درمیانی حصے میں آپ کی وفات ہوئی، لیکن شیخ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کہتے ہیں 12 ربیع الاول ۱۱ ھ چاشت کے وقت نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت کر گئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین

❊ ❊ ❊